مشرق
کہانی میگزین
20 تا 26 ستمبر 2026
بلاول بھٹو زرداری...
ذوالفقار علی بھٹو جیسا عظیم بااصول اور عوام دوست رہنما
پاکستان پیپلز پارٹی کے جواں سال چیئرمین
بلاول بھٹو زرداری کو 38 ویں سالگرہ مبارک
مشرق وسطیٰ کشیدگی اور سعودی تیل کا بحران
کیا پاکستان سمیت دنیا بھر میں پٹرول، گیس اور خوراک کو مزید مہنگا کر سکتا ہے؟
صوبائی مشیر کھیل وامور نوجوانان
بینا مجید بلوچ، انتہاء پسندی و دہشت گردی کے خلاف بلوچستان کی توانا آواز

کیا مریم نواز کا گلف سٹریم جی فائیو ہنڈرڈ طیارہ استعمال کرنا چاہیے؟

ملک میں مہنگائی اور پٹرول کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں لیکن حکمران اپنی فیملی کی تقریبات میں سرکاری جہاز استعمال کر رہی ہیں۔

معظم خان

پاکستان کی سیاست میں کچھ مناظر ایسے ہوتے ہیں جو صرف ایک واقعے کی شکل میں سامنے آتے ہیں مگر ان کے اندر پورے نظام کی کہانی چھپی ہوتی ہے۔ ستمبر 2026 کا وہ ہفتہ جب پنجاب کی وزیراعلیٰ مریم نواز شریف اپنی بیٹی ماہ نور صفدر کی گریجویشن تقریب میں شرکت کے لیے لندن روانہ ہوئیں، ایسا ہی ایک منظر تھا۔ سفر نجی قرار دیا گیا، مگر طیارہ سرکاری تھا۔ گلف سٹریم جی فائیو ہنڈرڈ، وہ لگژری بزنس جیٹ جو چند ماہ پہلے ہی تقریباً گیارہ ارب روپے میں خریدا گیا تھا، لاہور سے لندن اور واپس آیا۔ تنقید اٹھی، اپوزیشن نے سوالات اٹھائے، سوشل میڈیا پر بحث چھڑ گئی، اور بالآخر وزیراعلیٰ نے دو کروڑ اکہتر لاکھ چورانوے ہزار چار روپے قومی خزانے میں جمع کروا دیے۔ یہ رقم بینک آف پنجاب کے چیک کے ذریعے نیشنل بینک آف پاکستان کی ویلنشیا برانچ لاہور میں جمع کروائی گئی۔ رسید سامنے آئی، تاریخوں پر نئی بحث شروع ہوئی، اور معاملہ ختم ہونے کے بجائے ایک بڑے سوال میں تبدیل ہو گیا۔ کیا حکمرانوں کو اپنی فیملی کی تقریبات کے لیے سرکاری وسائل استعمال کرنے کا حق ہے؟ جب ملک میں پٹرول کی قیمت تقریباً تین سو نوے روپے فی لیٹر تک پہنچ چکی ہو، ڈیزل چار سو چوبیس روپے سے تجاوز کر چکا ہو، اور عام آدمی مہنگائی کی چکی میں پس رہا ہو، تو کیا یہ طرز عمل درست ہے؟

یہ سوال صرف مریم نواز کے اس ایک سفر تک محدود نہیں۔ یہ پاکستان کی سیاسی ثقافت، اشرافیہ کی ترجیحات، اور عوامی وسائل کے استعمال کے اصولوں پر ایک گہری بحث کھولتا ہے۔

ستمبر کے اوائل میں مریم نواز نے اپنے تین روزہ دورے کو نجی قرار دیا۔ بیٹی کی گریجویشن ایک ذاتی موقع تھا۔ مگر طیارہ پنجاب حکومت کا تھا۔ گلف سٹریم جی فائیو ہنڈرڈ، جو 2019 ماڈل کا الٹرا لانگ رینج بزنس جیٹ ہے، تقریباً دس سے گیارہ ارب روپے میں خریدا گیا تھا۔ خریداری کے وقت ہی تنقید ہوئی تھی۔ حکومت نے کہا تھا کہ یہ طیارہ ایئر پنجاب کے بیڑے کا حصہ بنے گا، جو اپریل 2026 میں شروع ہونے والا تھا۔ مگر ایئر پنجاب ابھی تک نہیں چلا۔ طیارہ وزیراعلیٰ کے دوروں کے لیے استعمال ہوتا رہا۔ لندن کے اس سفر پر جیٹ سٹریم انٹرنیشنل اور پاکستان سٹیٹ آئل کے بل آئے۔ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ نے چالان جاری کیا۔ پہلے رقم دو کروڑ ترانوے لاکھ سے زائد بتائی گئی، پھر دو کروڑ اسی لاکھ، اور آخر میں دو کروڑ اکہتر لاکھ چورانوے ہزار چار روپے پر فائنل ہوئی۔ 17 ستمبر کو یہ رقم جمع کروا دی گئی۔

حکومتی ترجمانوں نے بار بار کہا کہ تمام اخراجات وزیراعلیٰ خود برداشت کریں گی۔ عظمیٰ بخاری نے ایکس پر لکھا کہ الزامات بے بنیاد ہیں۔ مریم اورنگزیب نے کہا کہ اصل تکلیف مریم نواز کی کارکردگی اور مقبولیت ہے۔ رانا ثنا اللہ نے کہا کہ میڈیا پر بغض والے لوگ باز نہیں آئیں گے۔ مریم نواز خود کہتی ہیں کہ وزیراعلیٰ کا کوئی دورہ نجی نہیں ہوتا، وہ جہاں بھی ہوں عوام کی خدمت میں مصروف ہوتی ہیں، اور عوام کی خوشحالی کے لیے جہاں جانا ہوگا وہاں طیارے پر جائیں گی۔

مگر ناقدین کا موقف مختلف ہے۔ سابق وفاقی وزیر فواد چوہدری نے لکھا کہ یہ خرچ اس 'امیر' قوم نے ادا کیا۔ ندیم افضل چن نے کہا کہ کسی صوبے کے وزیراعلیٰ کو سرکاری جہاز ملک سے باہر لے جانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ مفتاح اسماعیل نے شاہد خاقان عباسی کی مثال دی۔ جب عباسی وزیراعظم تھے تو اپنی علیل بہن سے ملنے امریکہ گئے۔ وہاں مائیک پینس سے ملاقات بھی طے تھی۔ مگر انہوں نے اسے سرکاری دورہ نہیں بنایا۔ کمرشل فلائٹ سے گئے، اپنا ٹکٹ خود ادا کیا، اور اپنے چیف سکیورٹی آفیسر کا ٹکٹ بھی خود بھرا۔ یہ موازنہ بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں گھوم رہا ہے۔

معاشی تناظر اس بحث کو اور بھی سنگین بنا دیتا ہے۔ ستمبر 2026 میں پٹرول کی قیمت تقریباً تین سو نوے روپے انسٹھ پیسے فی لیٹر تھی۔ ڈیزل چار سو چوبیس روپے بہانوے پیسے تک پہنچ چکا تھا۔ بین الاقوامی تیل کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ، مشرق وسطیٰ کی صورتحال اور روپے کی قدر نے ایندھن کو مہنگا کر دیا۔ مہنگائی کی شرح اب بھی دوہرے ہندسوں کے قریب ہے۔ عام آدمی کے گھر کا بجٹ پھٹ رہا ہے۔ روٹی، سبزی، دودھ، ادویات سب مہنگے ہو چکے ہیں۔ ایسے میں جب کوئی حکمران سرکاری لگژری طیارہ اپنی بیٹی کی گریجویشن کے لیے استعمال کرے تو عوام کا غصہ فطری ہے۔

ایوی ایشن ماہرین کے مطابق گلف سٹریم جی فائیو ہنڈرڈ کا آپریٹنگ لاگت فی گھنٹہ بارہ سے پندرہ ہزار ڈالر تک ہو سکتا ہے۔ لاہور سے لندن تقریباً سات گھنٹے کا سفر ہے۔ راؤنڈ ٹرپ پندرہ سے سترہ گھنٹے۔ صرف ایندھن، مینٹیننس، ہینڈلنگ، پارکنگ اور کریو کے اخراجات ملا کر تین کروڑ روپے کے قریب لاگت آ سکتی ہے۔ حکومت نے جو رقم جمع کروائی وہ دو کروڑ اکہتر لاکھ ہے۔ کچھ رپورٹس میں ابتدائی تخمینہ تین کروڑ اٹھارہ لاکھ تک تھا۔ فرق کیوں ہے؟ یہ سوال بھی اٹھتا ہے۔

طیارے کی خریداری خود ایک الگ کہانی ہے۔ گیارہ ارب روپے کا یہ اثاثہ پنجاب کی ایئر لائن کے نام پر خریدا گیا۔ مگر ایئر پنجاب کی پروازیں ابھی شروع نہیں ہوئیں۔ پائلٹ غیر ملکی ہیں، تنخواہیں لاکھوں ڈالر میں۔ مینٹیننس، انشورنس، ٹریننگ سب الگ خرچ۔ ایک تجزیہ نگار نے کہا تھا کہ سالانہ مینٹیننس تین سے پانچ ملین ڈالر تک ہو سکتا ہے۔ یہ سب عوام کے ٹیکس سے آتا ہے۔ جب پٹرول پر لیوی لگائی جاتی ہے، جب عام آدمی مہنگائی برداشت کرتا ہے، تو یہ رقم کہاں جاتی ہے؟

پاکستان میں وی آئی پی کلچر نیا نہیں۔ حکمران ہمیشہ سے سرکاری وسائل استعمال کرتے رہے ہیں۔ طیارے، ہیلی کاپٹر، پروٹوکول، گارڈز، مہمان خانے سب کچھ۔ مگر جب معیشت خراب ہو، جب آئی ایم ایف کے پروگرام چل رہے ہوں، جب عوام روزگار اور روٹی کے لیے پریشان ہوں، تو یہ کلچر اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ مریم نواز کی حکومت پنجاب میں کئی اصلاحات کا دعویٰ کرتی ہے۔ سڑکیں، ہسپتال، اسکول، ڈیجیٹل انیشی ایٹوز۔ مگر جب ذاتی سفر سرکاری طیارے پر ہو تو ان اصلاحات کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔

اس بحث میں ایک اور پہلو بھی ہے۔ کیا وزیراعلیٰ کا سفر کبھی مکمل طور پر نجی ہو سکتا ہے؟ سکیورٹی کے تقاضے، مواصلات، پروٹوکول سب سرکاری ہوتے ہیں۔ مریم نواز کہتی ہیں کہ وہ جہاں بھی ہوں سرکاری کام کرتی ہیں۔ مگر بیٹی کی گریجویشن ایک ذاتی موقع ہے۔ یہاں ذاتی اور سرکاری کی لکیر دھندلی پڑ جاتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اخراجات خود ادا کر دیے گئے تو معاملہ ختم۔ مگر دوسروں کا کہنا ہے کہ صرف ادائیگی کافی نہیں۔ اصل سوال اصول کا ہے۔ کیا سرکاری اثاثہ ذاتی استعمال کے لیے دستیاب ہونا چاہیے؟

تاریخ میں کئی مثالیں ہیں۔ کچھ حکمرانوں نے کمرشل فلائٹ استعمال کیں۔ کچھ نے ذاتی اخراجات برداشت کیے۔ کچھ نے سرکاری وسائل کو ذاتی سمجھا۔ پاکستان کی سیاست میں اشرافیہ اور عوام کے درمیان فاصلہ ہمیشہ رہا ہے۔ یہ فاصلہ طیاروں، گاڑیوں، اور رہائش کے ذریعے نظر آتا ہے۔ جب عام آدمی بس میں سفر کرتا ہے، جب پٹرول کے پیسے جوڑ کر موٹر سائیکل چلاتا ہے، تو لگژری جیٹ کی تصویر اس کے ذہن میں ایک الگ دنیا بناتی ہے۔ عوامی ردعمل سوشل میڈیا پر واضح تھا۔ کچھ لوگوں نے حمایت کی کہ اخراجات ادا کر دیے گئے۔ کچھ نے کہا کہ رسیدیں دکھائیں۔ کچھ نے بینک مہر کی تاریخ پر اعتراض کیا۔ 17 ستمبر کی رسید پر 18 ستمبر کی مہر۔ فواد چوہدری نے اسے قطری خط سے تشبیہ دی۔ عظمیٰ بخاری نے بینکنگ طریقہ کار کی وضاحت دی۔ مگر بحث جاری رہی۔

یہ بحث صرف ایک طیارے کی نہیں۔ یہ ترجیحات کی ہے۔ کیا حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ عوام کی مشکلات کو سمجھیں اور ذاتی زندگی میں بھی سادگی اختیار کریں؟ یا پھر ان کا حق ہے کہ وہ دستیاب وسائل استعمال کریں؟ جمہوریت میں حکمران عوام کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کے طرز عمل سے عوامی اعتماد پیدا ہوتا ہے یا ختم۔ جب مہنگائی بڑھے، جب پٹرول مہنگا ہو، جب نوجوان بے روزگار ہوں، تو لگژری سفر کی تصویر اعتماد کو نقصان پہنچاتی ہے۔

مریم نواز نے رقم جمع کروا دی۔ یہ ایک مثبت قدم کہا جا سکتا ہے۔ مگر سوال باقی ہے۔ اگلی بار جب کوئی ذاتی موقع آئے گا تو کیا ہوگا؟ کیا اصول طے ہو جائے گا کہ سرکاری طیارہ صرف سرکاری دوروں کے لیے ہے؟ کیا ایئر پنجاب واقعی چلے گی اور یہ طیارہ کمرشل استعمال میں آئے گا؟ یا پھر یہ وی آئی پی اثاثہ ہی رہے گا؟

پاکستان میں وی آئی پی کلچر، معاشی مشکلات، اور سیاسی احتساب کا یہ معاملہ اسی رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ جب تک حکمران اور عوام کے درمیان وسائل کے استعمال میں واضح فرق رہے گا، ایسے سوالات اٹھتے رہیں گے۔ مریم نواز کا یہ سفر اور اس کے اخراجات کی ادائیگی ایک کیس اسٹڈی بن گئی ہے۔ اس سے سبق یہی ہے کہ عوامی وسائل پر نظر رکھنا ضروری ہے، چاہے رقم بعد میں جمع کروا دی جائے۔ کیونکہ اصل مسئلہ صرف پیسے کا نہیں، اصول اور ترجیحات کا ہے۔

ملک کی معیشت آج بھی چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے۔ افراط زر، ایندھن کی قیمتیں، بیرونی قرضے، اور روزگار کے مسائل موجود ہیں۔ ایسے میں حکمرانوں کا طرز عمل عوام کے ذہنوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اگر وہ سادگی اختیار کریں، اگر وہ سرکاری وسائل کو صرف سرکاری کاموں تک محدود رکھیں، تو اعتماد بڑھ سکتا ہے۔ اگر وہ لگژری کو حق سمجھیں تو فاصلہ بڑھتا رہے گا۔ مریم نواز نے اخراجات ادا کر کے ایک مثال قائم کرنے کی کوشش کی۔ مگر بحث ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ سوال اب بھی کھڑا ہے کہ کیا سرکاری گلف سٹریم جی فائیو ہنڈرڈ فیملی تقریبات کے لیے استعمال ہونا چاہیے؟ اس کا جواب نہ صرف مریم نواز بلکہ پورے سیاسی نظام کو دینا ہوگا۔

صوبائی مشیر کھیل و امور نوجوانان

مینا مجید بلوچ، انتہاء پسندی و دہشت گردی کے خلاف بلوچستان کی توانا آواز

تحریر: نسیم الحق زاہدی

بلوچستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ صرف سکیورٹی فورسز کے میدان تک محدود نہیں، بلکہ اس کے خلاف سیاسی، سماجی اور عوامی سطح پر بھی مضبوط آواز کی ضرورت ہے۔ ایسے میں رکن بلوچستان اسمبلی اور وزیر اعلی بلوچستان کی مشیر برائے کھیل و امور نوجوانان مینا مجید کا کردار نمایاں نظر آتا ہے، جنہوں نے ہر موقع پر دہشت گردی کے خلاف نہ صرف واضح موقف اختیار کیا بلکہ خواتین، بچوں اور عام شہریوں کو نشانہ بنانے والے عناصر کے خلاف بھی کھل کر آواز بلند کی۔ مارچ 2025 میں بلوچستان اسمبلی کے اجلاس میں انہوں نے بلوچ خواتین کو خودکش بمبار بنانے اور دہشت گردی کے لیے استعمال کیے جانے کے خلاف قرارداد پیش کی۔ اس موقع پر جعفرا یکسپریس پر دہشت گرد حملے کی بھی مذمت کی گئی اور اس امر پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ دہشت گرد تنظیمیں بلوچ خواتین کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر رہی ہیں۔ قرارداد میں بلوچ معاشرے میں خواتین کی اہمیت، کردار اور احترام کو اجاگر کرتے ہوئے اس امر پر بھی زور دیا گیا کہ ایک طرف حکومت خواتین کو تعلیم، سیاست اور سماجی شعبوں میں آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کر رہی ہے جبکہ دوسری جانب دہشت گرد عناصر معصوم بچیوں اور خواتین کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ مینا مجید نے ایوان میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ بلوچستان میں جتنی جنگیں لڑی گئی ہیں وہ خواتین کے احترام میں لڑی گئی ہیں، مگر آج تعلیم یافتہ بچیوں کو خودکش بمبار بنایا جا رہا ہے جس کے خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ بلوچستان اسمبلی نے دہشت گردی کے واقعات اور بلوچ خواتین کو خودکش بمبار بنانے کے خلاف قرارداد منظور کی۔ خواتین کو دہشت گردی کی کارروائیوں میں استعمال کرنا صرف امن وامان کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک سنگین سماجی اور انسانی المیہ ہے۔ دہشت گرد عناصر جب خواتین کی شناخت، اعتماد اور معاشرتی مقام کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں تو اس کے اثرات صرف ایک فرد تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورے معاشرے کو متاثر کرتے ہیں۔ اسی لیے بلوچستان اسمبلی میں اس معاملے کو اٹھانا محض ایک قرارداد پیش کرنے تک محدود نہیں تھا بلکہ اس سوچ کے خلاف ایک واضح آواز تھی جو خواتین اور معصوم طالبات کو دہشت گردی کا ذریعہ بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔

مینا مجید کی جانب سے دہشت گردی کے خلاف یہ موقف اگست 2026 میں ایک بار پھر اس وقت نمایاں طور پر سامنے آیا جب نوشکی کے علاقے کلی مینگل آباد میں ایک ماں اور بیٹی کو ان کے گھر میں قتل کر دیا گیا۔ 16 اگست 2026 کو بلوچستان کی خواتین پارلیمنٹیرینز نے اس انسانیت سوز واقعے کی شدید مذمت کی۔ اس موقع پر ڈپٹی اسپیکر بلوچستان اسمبلی غزالہ گولہ، صوبائی وزیر تعلیم راحیلہ حمید درانی، مشیر برائے کھیل مینا مجید اور رکن بلوچستان اسمبلی ہادیہ نواز نے مشترکہ پریس کانفرنس کی۔ جس میں مینا مجید نے بتایا کہ گزشتہ روز فتنہ الہندوستان کے دہشت گردوں نے نوشکی کے کلی مینگل آباد میں ماں بیٹی کو قتل کیا، جس پر نوشکی سمیت پورا بلوچستان سوگوار ہے۔ انہوں نے کہا کہ بی بی حنیفہ سرکاری ملازمہ تھیں، جبکہ ان کا خاندان سیلاب سے متاثر ہوا تھا اور پاک فوج کے تعاون سے ان کا گھر بحال کیا گیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ماں بیٹی کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ پر امن شہری کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھیں۔ مینا مجید نے واضح کیا کہ فتنہ الہندوستان کے دہشت گرد صرف سیکیورٹی فورسز ہی نہیں بلکہ بے گناہ شہریوں، خواتین اور بچوں کو بھی نشانہ بنا رہے ہیں، حکومت اور سیکیورٹی فورسز دہشت گردوں کے خلاف کارروائیاں کر رہی ہیں اور بلوچستان میں امن دشمن عناصر کو شکست دی جائے گی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ عوام کو دہشت گردوں کی شناخت اور ان کے خلاف اپنا کردار ادا کرنا ہوگا جبکہ انسانی حقوق کی چیمپئن بننے والی تنظیموں کی جانب سے اس واقعے پر خاموشی افسوسناک ہے اور مظلوموں کے لیے ہر جگہ آواز اٹھائی جائے گی۔ خواتین پارلیمنٹیرینز نے اس امر پر بھی زور دیا کہ گھر میں گھس کر خواتین کو نشانہ بنانے والے عناصر بلوچ قوم اور بلوچستان کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ جب دہشت گرد کسی گھر میں داخل ہو کر نہتی خواتین کو قتل کرتے ہیں تو یہ نہ صرف انسانی جانوں پر حملہ ہوتا ہے بلکہ معاشرے کے امن، گھریلو تحفظ اور بنیادی سماجی اقدار کو بھی چیلنج کرتا ہے۔ ایسے حالات میں مینا مجید کی جانب سے دہشت گردی کے خلاف کھل کر آواز بلند کرنا نہایت قابل ستائش عمل ہے۔

> **مینا مجید بلوچ کی کوشش اور خواہش ہے کہ نئی نسل ہر میدان میں آگے آئے اور بلوچستان کے نوجوان کھیلوں سمیت ہر شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منواتے ہوئے ملک اور صوبے کا نام روشن کر سکیں**

دہشت گردی کے مقابلے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ خوف کے ماحول میں عوامی زندگی کو رکنے نہ دیا جائے اور نوجوانوں کو ایسے مواقع فراہم کیے جائیں جہاں وہ اپنی صلاحیتیں مثبت انداز میں استعمال کر سکیں۔ اسی تسلسل میں 7 ستمبر 2026 کو صوبائی مشیر برائے کھیل و امور نوجوانان مینا مجید کی خصوصی ہدایت پر کوئٹہ کے جی او آر کالونی فٹسال گراؤنڈ کی مرمت و بحالی کا کام مکمل کیا گیا۔ یہ گراؤنڈ طویل عرصے سے خستہ حالی کا شکار تھا، تاہم بحالی کے بعد دوبارہ کھیلوں کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا اور بچے اور نوجوان فٹسال سمیت مختلف کھیلوں میں حصہ لینے لگے۔ یہ محض ایک گراؤنڈ کی مرمت کا معاملہ نہیں بلکہ نوجوانوں کو کھیلوں کے مواقع فراہم کرنے کی ایک عملی کوشش بھی ہے، کیونکہ کھیلوں کے میدان آباد ہوں تو نوجوان اپنی توانائیاں صحت مند اور مثبت سرگرمیوں میں استعمال کرتے ہیں اور انہیں اپنی صلاحیتیں سامنے لانے کے مواقع ملتے ہیں۔ اس کے اگلے ہی روز 8 ستمبر 2026 کو مینا مجید کی زیر صدارت کھیلوں کے آئندہ بڑے ایونٹس اور مختلف گراؤنڈز کی مرمت و بحالی کے حوالے سے اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں انٹرا پروونشل چیلنج کپ، چھٹا آل پاکستان وزیر اعلی بلوچستان فٹبال گولڈ کپ، یوتھ گیمز اور ویمن لیڈرشپ گرلز کانفرنس سمیت دیگر کھیلوں کے ایونٹس کی تیاریوں پر تفصیلی غور کیا گیا۔ کرکٹ اکیڈمی، کیو ڈی اے فٹسال گراؤنڈ، اسپنی روڈ فٹسال گراؤنڈ اور شاہوانی فٹبال گراؤنڈ سمیت مختلف گراؤنڈز کی مرمت، کھیلوں کی سہولیات اور ایونٹس کے لیے میدانوں کی تیاری کا بھی جائزہ لیا گیا۔ انٹرا پروونشل چیلنج کپ کے حوالے سے بتایا گیا کہ ٹورنامنٹ کا آغاز 8 ستمبر سے کوئٹہ میں ہوگا، جس میں بلوچستان کے 16 اضلاع کی ٹیمیں حصہ لیں گی اور انڈر 19 اور انڈر 23 کے نوجوان کھلاڑی شرکت کریں گے جبکہ فائنل 14 ستمبر کو ایوب کرکٹ اسٹیڈیم میں کھیلا جائے گا۔ کھیلوں کے یہ مواقع بلوچستان کے نوجوانوں کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار، مختلف اضلاع کے نوجوانوں کے درمیان رابطے اور مثبت سرگرمیوں میں حصہ لینے کا موقع فراہم کرتے ہیں، اور یہی وہ پہلو ہے جس کے ذریعے دہشت گردی اور خوف کے مقابلے میں معمول کی عوامی زندگی کو مضبوط کیا جا سکتا ہے۔

مینا مجید صاحبہ کی جدوجہد پر نظر ڈالی جائے تو مارچ 2025 میں بلوچستان اسمبلی میں بلوچ خواتین کو خودکش بمبار بنانے کے خلاف قرارداد پیش کرنے سے لے کر اگست 2026 میں نوشکی میں ماں اور بیٹی کے المناک قتل کی شدید مذمت اور ستمبر 2026 میں کھیلوں کے میدانوں کی بحالی اور نوجوانوں کے لیے بڑے کھیلوں کے مقابلوں کے انعقاد تک ان کی سرگرمیوں کا ایک بھرپور اور قابل ذکر تسلسل سامنے آتا ہے۔ انہوں نے ہر موقع پر دہشت گردی کے خلاف نہ صرف دوٹوک اور بے خوف آواز بلند کی بلکہ خواتین اور عام شہریوں کے خلاف ہونے والی دہشت گردی کی بھی کھل کر مذمت کی۔ ان کی جدوجہد کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ صرف بیانات تک محدود نہیں رہیں بلکہ نوجوانوں کو کھیلوں کے مواقع فراہم کرنے اور کھیلوں کے میدان دوبارہ آباد کرنے کی عملی سرگرمیوں میں بھی متحرک نظر آتی ہیں۔ مارچ 2025 سے ستمبر 2026 تک کا یہ سفر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مینا مجید نے مختلف مواقع پر دہشت گردی کے خلاف اپنا مضبوط موقف مسلسل برقرار رکھا اور بلوچستان کی خواتین، بچوں اور نوجوانوں کے لیے آواز اٹھانے کے ساتھ ساتھ ان کے بہتر مستقبل سے متعلق سرگرمیوں میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔ یہی مستقل مزاجی انہیں بلوچستان میں دہشت گردی کے خلاف اٹھنے والی ایک مضبوط اور توانا آواز کے طور پر نمایاں کرتی ہے۔ مینا مجید صنف آہن اور بلوچستان میں دہشت گردی کے خلاف ایک مضبوط آواز ہیں۔

> **مینا مجید نے مختلف مواقع پر دہشت گردی کے خلاف اپنا مضبوط موقف مسلسل برقرار رکھا اور بلوچستان کی خواتین، بچوں اور نوجوانوں کے لیے آواز اٹھانے کے ساتھ ساتھ ان کے بہتر مستقبل سے متعلق سرگرمیوں میں بھی اپنا کردار ادا کیا**

بلاول بھٹو زرداری...

ذوالفقار علی بھٹو جیسا عظیم با اصول اور عوام دوست رہنما

پاکستان پیپلز پارٹی کے جواں سال چیئرمین بلاول بھٹو زرداری کو 38 ویں سالگرہ مبارک

تحریر:
محمد ضرار یوسف

21 ستمبر 2026ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کے جواں سال چیئرمین بلاول بھٹو زرداری اپنی 38 ویں سالگرہ منائیں گے۔ پاکستان کے عوام کی خوش بختی ہے کہ انہیں ذوالفقار علی بھٹو جیسا عظیم، با اصول اور عوام دوست رہنما میسر آیا، جس نے نہ صرف پاکستان کی سیاست پر گہرے نقوش چھوڑے بلکہ عالمِ اسلام کے عوام میں بھی اپنی جراتِ فکر، عوامی وابستگی اور غیر متزلزل قیادت کے باعث بے پناہ مقبولیت حاصل کی۔ ذوالفقار علی بھٹو کی شہادت کے بعد بیگم نصرت بھٹو نے نہایت عزم و استقامت کے ساتھ محترمہ بے نظیر بھٹو کی سیاسی و فکری تربیت انہی اصولوں اور خطوط پر کی، جنہیں ذوالفقار علی بھٹو اپنی سیاسی جدوجہد، عوامی خدمت اور جمہوری نظریے کی بنیاد سمجھتے تھے۔

محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنی غیر معمولی قائدانہ صلاحیتوں، سیاسی بصیرت، جمہوریت سے وابستگی اور عوامی خدمت کے جذبے کے ساتھ اپنے عظیم والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پاکستان اور پاکستانی عوام کی بے مثال خدمت کی۔ انہوں نے آمریت کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے جمہوریت، عوامی حقوق اور وفاق کی مضبوطی کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی اور یوں بھٹو خاندان کی سیاسی جدوجہد کو ایک نئی نسل تک منتقل کیا۔ آصف علی زرداری نے بلاول کو اقتدار نہیں بلکہ پہلے سیاسی موقع دیا؛ پارٹی کی قیادت دی مگر عملی سیاست کا تجربہ خود سامنے رہ کر حاصل کرنے دیا، تعلیم مکمل کرنے کا وقت دیا، سینئر سیاست دانوں کے ساتھ کام کروایا، پارلیمانی سیاست میں لایے، اور بالآخر اسے قومی و بین الاقوامی سطح پر اپنی شناخت بنانے کا موقع دیا۔ یہی وجہ ہے کہ 2007ء کے 19 سالہ سوگوار نوجوان چیئرمین اور 2022ء کے وزیرِ خارجہ بلاول بھٹو زرداری کے درمیان ایک واضح سیاسی ارتقا دکھائی دیتا ہے۔

آج بلاول بھٹو زرداری اسی سیاسی، فکری اور جمہوری ورثے کے امین کی حیثیت سے پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت کر رہے ہیں۔ ان کی سیاسی تربیت ایک ایسے خاندان میں ہوئی جس کی تاریخ پاکستان کی جمہوری جدوجہد، عوامی سیاست اور قربانیوں سے عبارت ہے۔ آج جب ہم بلاول بھٹو زرداری اور شہید ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی بصیرت اور قیادت کا جائزہ لیتے ہیں تو دونوں کے سیاسی سفر میں بعض حیرت انگیز مماثلتیں نمایاں ہوتی ہیں۔ بلاول بھٹو زرداری نے اپنے نانا، شہید ذوالفقار علی بھٹو، کے مقابلے میں تقریباً ایک سال دس ماہ کم عمر میں وزارتِ خارجہ کا منصب سنبھالا اور یوں کم عمری میں وزارتِ خارجہ کا قلمدان حاصل کرنے کے حوالے سے اپنے نانا کا ریکارڈ بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

تاہم دونوں کے سیاسی و حکومتی پس منظر میں ایک نمایاں فرق بھی موجود ہے۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو جب وزارتِ خارجہ کے منصب پر فائز ہوئے تو اس وقت تک انہیں تقریباً چھ برس کا حکومتی، سیاسی اور سفارتی تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔ اس کے برعکس بلاول بھٹو زرداری کے لیے وزارتِ خارجہ وفاقی حکومت میں پہلی باقاعدہ وفاقی وزارت تھی۔ یوں بلاول بھٹو زرداری نے اپنے سیاسی سفر کے نسبتاً ابتدائی مرحلے ہی میں وزارتِ خارجہ کی ذمہ داری سنبھال کر نہ صرف ایک منفرد مثال قائم کی بلکہ اپنے نانا کے کم عمری کے ریکارڈ کو بھی عبور کیا۔

جب بلاول بھٹو زرداری نے اپریل 2022ء میں پاکستان کے وزیرِ خارجہ کی حیثیت سے منصب سنبھالا تو ملک کو ایک ایسے پیچیدہ اور کثیر الجہتی خارجہ پالیسی کے ماحول کا سامنا تھا جس میں کئی اہم محاذوں پر سفارتی مشکلات، روایتی اتحادیوں کے ساتھ تناؤ اور عالمی سطح پر پاکستان کی پوزیشن کو درپیش چیلنجز نمایاں تھے۔ یہ کہنا درست ہوگا کہ 2018ء سے 2022ء کے دوران پاکستان مکمل طور پر دنیا سے کٹ گیا تھا، کیونکہ پاکستان کے چین، ترکی، خلیجی ممالک، امریکہ اور دیگر ممالک کے ساتھ سفارتی روابط تو بدستور قائم تھے۔ مگر اس عرصے میں بعض اہم محاذوں پر پاکستان کی سفارتی مشکلات میں اضافہ ہوا اور چند روایتی شراکت داروں کے ساتھ تعلقات میں غیر معمولی تناؤ پیدا ہوا۔ بلاول بھٹو زرداری کو وزارتِ خارجہ سنبھالتے وقت انہی پیچیدہ حالات میں پاکستان کی سفارت کاری کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری ملی۔

آج بلاول بھٹو زرداری اسی سیاسی، فکری اور جمہوری ورثے کے امین کی حیثیت سے پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت کر رہے ہیں۔ ان کی سیاسی تربیت ایک ایسے خاندان میں ہوئی جس کی تاریخ پاکستان کی جمہوری جدوجہد، عوامی سیاست اور قربانیوں سے عبارت ہے

سعودی عرب کے ساتھ غیر معمولی سفارتی تناؤ

2018ء میں پاکستان کو سعودی عرب سے تقریباً 3 ارب ڈالر کے مالیاتی پیکیج کے علاوہ تقریباً 3.2 ارب ڈالر کی تیل کی سہولت بھی حاصل ہوئی۔ تاہم 2020ء میں دونوں ممالک کے تعلقات میں نمایاں کشیدگی پیدا ہوئی۔ اگست 2020ء میں اس وقت کے وزیرِ خارجہ شاہ محمود قریشی نے مسئلہ کشمیر پر اسلامی تعاون تنظیم (OIC) کی جانب سے مؤثر پیش رفت نہ ہونے پر سخت تشویش کا اظہار کیا اور سعودی قیادت سے عملی اقدام کا مطالبہ کیا۔ اس کے بعد سعودی عرب نے پاکستان سے اپنے 3 ارب ڈالر کے قرض کی واپسی کا تقاضا کیا؛ پاکستان نے 2020ء میں اس قرض کی ایک ارب ڈالر کی قسط واپس کی۔ اسی دوران تیل کی مؤخر ادائیگی کی سہولت میں توسیع بھی نہیں کی گئی۔ صورتحال کی حساسیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اگست 2020ء میں آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ نے ریاض کا دورہ کیا۔ اگرچہ سرکاری طور پر اس دورے کو بنیادی طور پر عسکری امور سے متعلق قرار دیا گیا، تاہم اس وقت کی رپورٹس میں اسے پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان پیدا ہونے والی سفارتی کشیدگی کے تناظر میں بھی دیکھا گیا۔

ملائیشیا اور کوالالمپور سمٹ سے دستبرداری

پاکستان کے خارجہ تعلقات میں ایک اور اہم واقعہ دسمبر 2019ء کا کوالالمپور سمٹ تھا۔ ابتدا میں پاکستان اس اجلاس میں شرکت کے لیے نہ صرف آمادگی ظاہر کر چکا تھا بلکہ وزیرِ خارجہ شاہ محمود قریشی نے ملائیشیا اور قطر کے ساتھ اس حوالے سے سفارتی مشاورت میں بھی حصہ لیا تھا۔ پاکستان کی شرکت بظاہر طے شدہ دکھائی دیتی تھی۔ تاہم اجلاس سے چند روز قبل پاکستان نے شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کو وسیع پیمانے پر سعودی عرب اور بعض دوسرے خلیجی ممالک کے تحفظات کے تناظر میں دیکھا گیا۔ اس واقعے نے پاکستان کی خارجہ پالیسی میں سعودی عرب، ملائیشیا، ترکی اور دیگر مسلم ممالک کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی دشواری کو نمایاں کر دیا۔ یوں پاکستان ایک ایسے فورم سے پیچھے ہٹا جس کی تشکیل میں وہ ابتدا ہی سے اہم فریق تھا۔ اس واقعے کو پاکستان کی strategic

مجموعی طور پر بلاول بھٹو زرداری کے دورِ وزارتِ خارجہ کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی کو روایتی طور پر بھارت، کشمیر اور سلامتی کے محدود دائرے سے نکال کر موسمیاتی انصاف، اقتصادی سفارت کاری، تجارت، سرمایہ کاری، ترقی، عالمی جنوب اور کثیر الجہتی تعاون کے وسیع تر تناظر میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی

autonomyاور مسلم دنیا میں اس کے سفارتی کردار کے حوالے سے ایک اہم بحث کا نقطہ آغاز بھی سمجھا گیا۔

مسئلہ کشمیر اور مسلم دنیا سے مطلوبہ حمایت کا فقدان

5 اگست 2019ء کو بھارت نے مقبوضہ جموں و کشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کر دی۔ پاکستان نے اس اقدام کے خلاف عالمی سطح پر سفارتی مہم چلانے اور مسلم دنیا سے بھی مؤثر حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ پاکستان کو مسلم دنیا کے بعض بااثر ممالک، خصوصاً سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات، سے وہ سفارتی حمایت حاصل نہ ہوسکی جس کی اسلام آباد کو توقع تھی۔ اس کی ایک بڑی وجہ ان ممالک کے بھارت کے ساتھ بڑھتے ہوئے معاشی اور تجارتی تعلقات بھی تھے۔ یہ صورتِ حال پاکستان کے لیے اس لیے اہم تھی کہ مسئلہ کشمیر کو عالمی اور بالخصوص مسلم دنیا کے فورمز پر اجاگر کرنا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک بنیادی محور رہا ہے۔ چنانچہ مسلم دنیا کے اہم ممالک کی جانب سے بھارت کے ساتھ متوازن یا محتاط سفارتی رویہ پاکستان کے لیے ایک سنجیدہ چیلنج بن گیا۔

اسلامی تعاون تنظیم (OIC) کے فورم پر بھارت کی نمایاں سفارتی پیش رفت

مارچ 2019ء میں متحدہ عرب امارات میں منعقد ہونے والے اسلامی تعاون تنظیم کے وزرائے خارجہ اجلاس میں بھارتی وزیرِ خارجہ سشما سوراج کو بطور مہمانِ خصوصی مدعو کیا گیا۔ پاکستان نے اس دعوت کے خلاف احتجاج کیا اور اجلاس کی افتتاحی نشست میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسلامی تعاون تنظیم کا 46واں اجلاس یکم اور 2 مارچ 2019ء کو ابوظہبی میں منعقد ہوا۔ یہ واقعہ پاکستان کے لیے اس اعتبار سے بھی اہم تھا کہ بھارت کو اسلامی تعاون تنظیم کے ایک اعلیٰ سطحی فورم پر غیر معمولی سفارتی پذیرائی ملی، جبکہ پاکستان کو اس کے خلاف احتجاج کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ اگرچہ پاکستان کا مؤقف یہ رہا کہ اس نے اسلامی تعاون تنظیم کی دیگر قراردادوں اور سفارتی ذرائع کے ذریعے اپنے مؤقف کو مؤثر انداز میں پیش کیا، تاہم مجموعی طور پر یہ واقعہ اس امر کی نشاندہی کرتا تھا کہ مسلم دنیا کے بعض بااثر ممالک کے بھارت کے ساتھ تعلقات میں نمایاں تبدیلی آ رہی تھی۔

امریکہ کے ساتھ تعلقات میں سرد مہری

پاکستان اور امریکہ کے تعلقات 2018ء سے پہلے ہی متعدد اختلافات کا شکار تھے، تاہم 2018ء سے 2021ء کے دوران دونوں ممالک کے درمیان کوئی ایسا مستحکم اور جامع تزویراتی خاکہ تشکیل نہ پا سکا جو تعلقات کو ایک واضح سمت دے سکتا۔ افغانستان، دہشت گردی، چین اور سی پیک، جوہری معاملات اور خطے میں پاکستان کے کردار جیسے موضوعات دونوں ممالک کے درمیان تعلقات پر اثر انداز ہوتے رہے۔ 2021ء میں افغانستان سے امریکی انخلا کے مرحلے پر بھی پاک امریکہ تعلقات میں ایک واضح غیر یقینی کیفیت دکھائی دی۔ چنانچہ بلاول بھٹو زرداری کو وزارتِ خارجہ سنبھالتے وقت امریکہ کے ساتھ تعلقات کو بھی ایک ایسے مرحلے سے نکالنے کا چیلنج درپیش تھا جس میں باہمی اعتماد اور طویل المدتی تزویراتی مفاہمت کو ازسرِ نو استوار کرنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔

فٹف (FATF) کی سخت عالمی نگرانی

جون 2018ء میں پاکستان فٹف (FATF) کی مزید کڑی نگرانی (Monitoringncreased) فہرست میں شامل ہوا، جسے عام طور پر فٹف (FATF) کی ''گرے لسٹ'' کہا جاتا ہے۔ پاکستان کو منی لانڈرنگ اور دہشت گردی کی مالی معاونت کی روک تھام کے حوالے سے ایک جامع پر عمل درآمد کرنا تھا۔ فٹف (FATF) نے 2018ء سے پاکستان کی پیش رفت کی مسلسل نگرانی کی اور متعدد مواقع پر مزید اقدامات پر زور دیا۔ یہ عمل پاکستان کے لیے ایک طویل اور سخت سفارتی و مالیاتی آزمائش ثابت ہوا۔ بالآخر اکتوبر 2022ء میں فٹف (FATF) نے پاکستان کو مزید نگرانی سے نکال دیا اور پاکستان کی جانب سے 2018ء اور 2021ء کے ایکشن پلانز کے تحت مجموعی طور پر 34 اقدامات مکمل کرنے کی پیش رفت کو تسلیم کیا۔ اس عرصے میں پاکستان کو عالمی مالیاتی نظام اور بین الاقوامی اداروں کے سامنے شدید باریک بینی سے جانچ پڑتال sاور دباؤ کا سامنا رہا۔

بھارت کے ساتھ تعلقات تقریباً منجمد جبکہ مودی کیساتھ دوستانہ

مقبوضہ کشمیر میں 14 فروری 2019ء کو ضلع پلوامہ میں بھارتی سیکیورٹی اہلکاروں کے قافلے پر خودکش حملہ ہوا، جس میں مرکزی ریزرو پولیس فورس (CRPF) کے 40 اہلکار ہلاک ہوئے۔ بھارت نے اس حملے کا الزام پاکستان پر عائد کرتے ہوئے 26 فروری 2019ء کو بالاکوٹ، خیبر پختونخوا، پر فضائی حملہ کر دیا۔ پاکستان نے بھارتی فضائی دراندازی کے جواب میں آپریشن سوئفٹ ریٹارٹ کیا۔ پاکستان نے بھارت کے دو جنگی طیارے مار گرائے گئے، جن میں سے ایک کا پائلٹ ونگ کمانڈر ابھینندن ورتھامن

گرفتار ہوا۔ 28 فروری 2019ء کو وزیراعظم عمران خان نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں اعلان کیا کہ ابھینندن کو امن کے جذبے (PeaceofGesture) کے طور پر اگلے روز رہا کر دیا جائے گا۔

1 مارچ 2019ء: ابھینندن کو واہگہ-اٹاری سرحد پر بھارتی حکام کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ تقریباً رات 20:9 بجے زیرو لائن عبور کر کے بھارت میں داخل ہوا۔

22 اپریل 2019ء: غیر ملکی صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے عمران خان نے کہا کہ اگر بھارتیہ جنتا پارٹی (BJP) دوبارہ کامیاب ہوتی ہے تو مسئلہ کشمیر کے حل تک پہنچنے کا بہتر امکان ہوسکتا ہے، کیونکہ ان کے خیال میں کانگریس کے مقابلے میں بی جے پی کے پاس فیصلہ کرنے کی زیادہ سیاسی گنجائش ہوگی۔

18 مئی 2019ء: بعدازاں عمران خان نے ایک انٹرویو میں بھی کہا کہ اگر نریندر مودی کی حکومت دوبارہ آتی ہے تو پاکستان اور بھارت کے درمیان امن اور مسئلہ کشمیر کے حل کی امید پیدا ہوسکتی ہے۔

14 جون 2019ء: بشکیک، کرغزستان میں شنگھائی تعاون تنظیم (SCO) کے سربراہی اجلاس کے موقع پر نریندر مودی اور عمران خان کے درمیان مختصر ملاقات اور خیرسگالی کا تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد 5 اگست 2019ء کو بھارت نے بھارتی آئین کے آرٹیکل 370 کے تحت مقبوضہ جموں و کشمیر کو حاصل خصوصی آئینی حیثیت ختم کر دی اور آرٹیکل A-35 سے متعلق انتظام بھی ختم کر دیا۔ یہ ساری ٹائم لائن صاف بتا رہی تھی کہ پاکستان کی حکومت مودی کی سیاسی ساکھ مضبوط کرنے اور اسے انتخابات جتوانے میں ایک کردار ادا کر رہی تھی۔ دوسری طرف، 5 اگست 2019ء کے بھارتی اقدام کے بعد پاکستان نے بھارت کے ساتھ سفارتی تعلقات محدود کیے، تجارتی روابط معطل کیے اور دونوں ممالک کے درمیان معمول کی سفارتی سرگرمیاں بڑی حد تک متاثر ہوئیں۔ نتیجتاً جنوبی ایشیا کے دو بڑے ہمسایہ ممالک کے درمیان سیاسی، سفارتی اور تجارتی تعلقات ایک طویل عرصے تک تقریباً منجمد رہے۔

ایک مشکل سفارتی ورثہ

چنانچہ جب بلاول بھٹو زرداری نے وزارتِ خارجہ کا قلمدان سنبھالا تو ان کے سامنے صرف چند الگ الگ سفارتی مسائل نہیں تھے، بلکہ ایک ایسا پیچیدہ خارجہ پالیسی ورثہ تھا جس میں سعودی عرب کے ساتھ تناؤ، مسلم دنیا میں پاکستان کے سفارتی اثر و رسوخ کا چیلنج، امریکہ کے ساتھ سرد مہری، بھارت کے ساتھ تقریباً منجمد تعلقات، FATF کی سخت نگرانی اور عالمی سطح پر پاکستان کے لیے نئی سفارتی گنجائش پیدا کرنے کی ضرورت شامل تھی۔

بلاول بھٹو زرداری، بھٹو اور زرداری خاندانوں کی عظیم سیاسی روایت کے امین ہیں۔ ان کی سیاسی تربیت پاکستان کی جمہوری جدوجہد، عوامی سیاست، قومی خدمت، آئینی و جمہوری اصولوں کی پاسداری اور عوام کے بنیادی حقوق کی جدوجہد کے اس تسلسل میں ہوئی ہے جسے شہید ذوالفقار علی بھٹو نے ایک نظریاتی سمت عطا کی، محترمہ بے نظیر بھٹو شہید نے اپنی بے مثال جمہوری جدوجہد اور عظیم قربانیوں سے آگے بڑھایا، بیگم نصرت بھٹو نے عزم و استقامت کی لازوال مثال قائم کر کے زندہ رکھا، جبکہ آصف علی زرداری نے اپنی سیاسی فہم و فراست، تدبر اور مفاہمتی سیاست سے اسے ایک نئی جہت عطا کی۔ انہی عظیم روایات اور سیاسی تجربات سے تربیت پانے والے، بلند حوصلہ اور پُرعزم نوجوان رہنما بلاول بھٹو زرداری آج نئی نسل کی امیدوں اور امنگوں کے نمائندہ اور ان تمام سیاسی و جمہوری خوبیوں کے مشترکہ وارث کی حیثیت سے پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ہیں۔

ایسے ماحول میں ایک نوجوان وزیر خارجہ کے لیے سب سے بڑا امتحان یہ تھا کہ پاکستان کو محض کسی ایک طاقت یا بلاک کے ساتھ وابستہ کرنے کے بجائے اس کے لیے متوازن، فعال، کثیرالجہتی اور قومی مفادات پر مبنی خارجہ پالیسی کی نئی راہیں تلاش کی جائیں۔ یہی وہ پس منظر تھا جس میں بلاول بھٹو زرداری نے وزارتِ خارجہ کی ذمہ داری سنبھالی اور پاکستان کی سفارت کاری کو ایک نئے انداز سے آگے بڑھایا۔

بلاول بھٹو زرداری کی بطور وزیر خارجہ 20 نمایاں سفارتی کامیابیاں

بلاول بھٹو زرداری کی 27 اپریل 2022 سے اگست 2023 تک بطور وزیر خارجہ کارکردگی کا جائزہ محض سیاسی دعووں یا جماعتی وابستگی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ قابلِ تصدیق سفارتی اقدامات، بین الاقوامی فورمز پر پاکستان کی نمائندگی اور حاصل ہونے والے عملی نتائج کی روشنی میں لیا جانا چاہیے۔

پاکستان کو سفارتی تنہائی سے نکالنے کی کوشش

بلاول نے اپنی خارجہ پالیسی میں اقتصادی سفارت کاری، کثیرالجہتی سفارت کاری اور دوطرفہ روابط کو خاص اہمیت دی اور کوشش کی کہ پاکستان کو محض سلامتی اور دہشت گردی کے تناظر میں دیکھنے کے بجائے ایک ایسے ملک کے طور پر پیش کیا جائے جو تجارت، سرمایہ کاری، ترقی، امن اور عالمی تعاون کا خواہاں ہے۔ بلاول بھٹو کی سفارت کاری کی بدولت پاکستان اکتوبر 2022ء میں فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (ایف اے ٹی ایف) کی گرے لسٹ سے نکلا۔ ایف اے ٹی ایف نے 21 اکتوبر 2022ء کو اعلان کیا کہ پاکستان نے ایکشن پلان کی تمام شرائط پوری کر لی ہیں، جس کے بعد اسے گرے لسٹ سے خارج کر دیا گیا۔

چین کے ساتھ تعلقات کو مزید فعال بنانا

وزیرِ خارجہ کا منصب سنبھالنے کے تقریباً ایک ماہ بعد، 21 اور 22 مئی 2022 کو بلاول بھٹو زرداری نے چین کا دورہ کیا، جو ان کا پہلا سرکاری دوطرفہ غیر ملکی دورہ تھا۔ اس موقع پر چینی قیادت کے ساتھ ملاقاتوں میں پاک چین تزویراتی تعلقات، سی پیک، تجارت، سرمایہ کاری اور اقتصادی تعاون کو مزید آگے بڑھانے پر توجہ دی گئی۔ یہ دورہ اس لحاظ سے بھی اہم تھا کہ اس نے نئی حکومت کے دور میں پاک چین تعلقات کو اعلیٰ سطحی سیاسی اور سفارتی رابطے کے ذریعے مزید مضبوط بنانے کا پیغام دیا۔

امریکا کے ساتھ تعلقات میں عملی اور متوازن رابطہ

بلاول نے امریکا کے ساتھ محاذ آرائی کے بجائے عملی رابطے اور باہمی مفاد پر مبنی سفارت کاری کو ترجیح دی۔ تجارت، سرمایہ کاری، موسمیاتی تبدیلی، صحت، توانائی اور سلامتی سمیت مختلف شعبوں میں تعاون پر زور دیا گیا۔ امریکی وزیرِ خارجہ انٹونی بلنکن کے ساتھ رابطوں اور واشنگٹن کے دورے کے دوران دونوں ملکوں کے درمیان 75 سالہ تعلقات کو نئے معاشی اور سفارتی تناظر میں آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی۔ یوں پاک امریکا تعلقات کو صرف سلامتی کے روایتی دائرے تک محدود رکھنے کے بجائے معاشی اور انسانی تعاون کے وسیع تر فریم ورک میں دیکھنے کی کوشش کی گئی۔

2022 کے تباہ کن سیلاب کو عالمی موسمیاتی انصاف کا مسئلہ بنانا

بلاول بھٹو زرداری کے دورِ وزارتِ خارجہ کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک یہ تھی کہ 2022ء کے تباہ کن سیلاب کو انہوں نے عالمی سطح پر محض امداد یا انسانی بحران کا مسئلہ نہیں رہنے دیا بلکہ اسے موسمیاتی انصاف (JusticeClimate)، andLoss Damageاور ترقی یافتہ ممالک کی ذمہ داری کے وسیع تر عالمی مسئلے کے طور پر مؤثر انداز میں اجاگر کیا۔

پاکستان نے مؤقف اختیار کیا کہ جن ترقی پذیر ممالک کا عالمی کاربن اخراج میں حصہ نہایت کم ہے، وہ موسمیاتی تبدیلی کے تباہ کن اثرات سب سے زیادہ برداشت کر رہے ہیں۔ (باقی صفحہ 15 پر)

مشرق وسطیٰ کشیدگی اور سعودی تیل کا بحران

کیا پاکستان سمیت دنیا بھر میں پٹرول، گیس اور خوراک کو مزید مہنگا کر سکتا ہے؟

جولائی سے اب تک تیل کی قیمتوں میں تقریباً پچاس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ عالمی منڈی میں اس وقت تیل کی قیمت ایک سو آٹھ ڈالر فی بیرل تک پہنچ گئی ہے جو کہ جولائی میں ستر ڈالر فی بیرل تھی۔ گذشتہ دو ہفتوں کے دوران پاکستان میں پیٹرول کی قیمتوں میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے

عالمی سطح پر توانائی کی قیمتوں میں ایک بار پھر تشویش ناک حد تک اضافہ ہوا ہے اور اس بار اس کی بڑی وجہ حالیہ دنوں میں یمن کے حوثیوں اور سعودی عرب کے درمیان بڑھتا ہوا تنازع ہے جس نے تیل کی صنعت میں بے چینی اور افراتفری پیدا کر دی ہے۔ پاکستان سمیت دنیا کے بیشتر ممالک میں پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے جبکہ جولائی کے بعد سے برطانیہ اور یورپ میں قدرتی گیس کی قیمت تقریباً دوگنی ہو چکی ہے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ عالمی معیشت ایک بار پھر افراطِ زر کے جھٹکے کا سامنا کرنے جا رہی ہے اور اس کے نتیجے میں شرحِ سود میں اضافہ ہو سکتا ہے، قرضوں کی لاگت بڑھ سکتی ہے اور دکانوں میں تقریباً ہر چیز بشمول خوراک مہنگی ہو سکتی ہے۔ توانائی کی مصنوعات میں تازہ اضافے کے پسِ پردہ عوامل کیا ہیں اور عالمی معیشت پر اس کے ممکنہ اثرات کیا ہو سکتے ہیں اس سوال کا جواب دینے کے لیے ہمیں نہ صرف حالیہ واقعات بلکہ ان کے تاریخی، جغرافیائی، اقتصادی اور سیاسی پس منظر کو بھی تفصیل سے دیکھنا ہوگا۔ مشرق وسطیٰ کی یہ تازہ ترین کشیدگی صرف دو ممالک کے درمیان مقامی تنازع نہیں بلکہ عالمی توانائی سپلائی چینز، تجارتی راستوں اور صارفین کی روزمرہ زندگی کو براہ راست متاثر کرنے والا بحران بن چکی ہے جو پاکستان جیسے درآمدی تیل پر انحصار کرنے والے ممالک کے لیے خاص طور پر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

جولائی سے اب تک تیل کی قیمتوں میں تقریباً پچاس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ عالمی منڈی میں اس وقت تیل کی قیمت ایک سو آٹھ ڈالر فی بیرل تک پہنچ گئی ہے جو کہ جولائی میں ستر ڈالر فی بیرل تھی۔ گذشتہ دو ہفتوں کے دوران پاکستان میں پیٹرول کی قیمتوں میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ پانچ ستمبر کو پٹرول تین سو پینتالیس روپے ستر اسی پیسے فی لیٹر جبکہ ہائی سپیڈ ڈیزل تین سو اٹھتر روپے پانچ پیسے فی لیٹر تھا جو کہ سترہ ستمبر کو بڑھ کر بالترتیب تین سو اکانوے روپے بائیس پیسے اور چار سو پندرہ روپے تریاسی پیسے فی لیٹر تک پہنچ چکا ہے۔ اس ہی طرح عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں میں اضافے کے نتیجے میں برطانیہ میں پٹرول کی اوسط قیمت ایک سو ستر پنس فی لیٹر سے تجاوز کر گئی ہے جو دو ہزار بائیس کے بعد بلند ترین سطح ہے جبکہ جولائی میں یہ قیمت ایک سو پچاس پنس فی لیٹر تھی۔ برطانیہ میں قدرتی گیس کی قیمتوں میں تقریباً دوگنا اضافے کے باعث توانائی کے شعبے کے ریگولیٹر آف جیم کی جانب سے مقرر کردہ گھریلو توانائی کی پرائس کیپ میں بھی آئندہ سال جنوری میں پچیس فیصد اضافے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک اوسط گھرانے کو سالانہ بنیاد پر تقریباً چار سو چالیس پاؤنڈ اضافی خرچ برداشت کرنا پڑ سکتا ہے۔ امریکہ میں اے اے اے گیس پرائسز انڈیکس کے مطابق پٹرول کے ایک گیلن کی قیمت جولائی میں تین ڈالر اسی سینٹ تھی جو کہ اب بڑھ کر چار ڈالر بتیس سینٹ ہو گئی ہے۔ امریکہ میں ڈیزل کی قیمت بھی ریکارڈ سطح پر پہنچ گئی ہے اور ایک گیلن ڈیزل کی قیمت چھ ڈالر سے اوپر چلی گئی ہے۔ یہ سطح دو ہزار بائیس میں روس کے یوکرین پر حملے کے بعد دیکھی گئی قیمتوں سے بھی زیادہ ہے۔ یہ تمام اعداد و شمار اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ توانائی کی قیمتوں میں اضافہ اب صرف ایک علاقائی مسئلہ نہیں رہا بلکہ عالمی سطح پر صارفین، صنعتوں اور حکومتوں کے لیے ایک سنگین چیلنج بن چکا ہے۔

قیمتوں میں حالیہ اضافے کی بنیادی وجہ عالمی سطح پر تیل اور گیس کی رسد میں کمی ہے۔ فروری کے اواخر میں امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے ایران پر حملے کے بعد شروع ہونے والی جنگ سے قبل عالمی تیل کی مصنوعات اور مائع قدرتی گیس کی تقریباً بیس فیصد ترسیل آبنائے ہرمز سے گزرتی تھی جو خلیج اور بحیرہ عرب کو ملانے والی ایک تنگ آبی گذرگاہ ہے۔ فروری کے بعد ایران کی جانب سے تجارتی جہاز رانی اور خلیج میں امریکہ کے اتحادیوں کی توانائی تنصیبات پر حملوں نیز ایران کی بندرگاہوں پر امریکی ناکہ بندی کے باعث توانائی کی اس ترسیل میں نمایاں کمی آئی ہے۔ جنگ شروع ہونے کے بعد سعودی عرب نے اپنی ایسٹ ویسٹ پائپ لائن کے استعمال میں اضافہ کر دیا تاکہ آبنائے ہرمز کے بجائے بحیرہ احمر کے راستے تیل برآمد کیا جا سکے۔ میری ٹائم انٹیلی جنس فرم کپلر کے مطابق اس پائپ لائن کے ذریعے روزانہ کی بنیاد پر چھتیس لاکھ بیرل تیل منتقل کیا جا سکتا ہے۔ تاہم گذشتہ ہفتے جمعہ کے روز ڈرون حملے کے بعد اس پائپ لائن کو بند کرنا پڑا۔ سعودی عرب نے اس حملے کا الزام عراق میں موجود ایرانی حمایت یافتہ ملیشیاؤں پر عائد کیا ہے۔ اس کے علاوہ حوثیوں نے گذشتہ ہفتے سعودی عرب کی متعدد تیل تنصیبات پر ڈرونز اور میزائلوں سے حملے کیے جن کے نتیجے میں آگ بھڑک اٹھی اور بعض تنصیبات پر کام عارضی طور پر معطل کرنا پڑا۔ چیتھم ہاؤس کے نیل کوئیکم کے مطابق مرمت کے لیے پائپ لائن کو آٹھ ہفتوں تک بند رکھنا پڑ سکتا ہے۔ تاہم امریکی وزیر توانائی کرس رائٹ نے منگل کو نشریاتی ادارے سی این بی سی کو بتایا کہ پائپ لائن بہت جلد دوبارہ کھول دی جائے گی۔ اگرچہ امریکی حکومت دعویٰ کرتی ہے کہ آبنائے ہرمز کے ذریعے ایندھن کی ترسیل جنگ سے پہلے کی سطح پر آ گئی ہے مگر بیشتر آزاد تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ یہ آبی گذرگاہ اب بھی نمایاں طور پر متاثر ہے اور وہاں آمدورفت میں اب بھی مشکلات حائل ہیں۔ امریکی انرجی انفارمیشن ایڈمنسٹریشن کے مطابق جنگ سے پہلے یومیہ تقریباً دو کروڑ دس لاکھ بیرل تیل اور تیل کی مصنوعات آبنائے ہرمز کے ذریعے منتقل ہوتی تھیں۔ تاہم کپلر کے اندازے کے مطابق اگست کے اختتام تک یہ حجم کم ہو کر تقریباً چھیاسی لاکھ بیرل یومیہ رہ گیا تھا۔

گذشتہ دو ہفتوں کے دوران یمن کے حوثی سعودی عرب کی حمایت یافتہ حکومتی فورسز کو پیچھے دھکیل کر آبنائے باب المندب کے نزدیکی اہم علاقے اپنے قبضے میں لینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ بحیرہ احمر کے جنوبی سرے پر واقع ایک اہم تجارتی گزرگاہ ہے جس کے ذریعے فروری سے پہلے عالمی تیل کی رسد کا تقریباً پانچ فیصد حصہ منتقل ہوتا تھا۔ عالمی تیل کی سپلائی کا تقریباً پانچ فیصد حصہ نہر سویز اور مصر کے پار بحیرہ روم تک جانے والی پائپ لائن کے ذریعے بحیرہ احمر کے شمالی راستے سے بھی گزرتا ہے۔ عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں میں اضافے کی ایک وجہ یہ تشویش بھی ہے کہ ایران اور اس کے اتحادی گروہ آبنائے ہرمز کی طرح ان بحری گزرگاہوں سے بھی تیل کی ترسیل میں مزید رکاوٹیں پیدا کر سکتے ہیں۔ یمن کے جنوب مغربی ساحل پر حالیہ پیش قدمی سے قبل حوثیوں نے جولائی میں سعودی جہازوں اور بندرگاہوں کے خلاف بحری ناکہ بندی کا اعلان کیا تھا۔ تاہم ان کا کہنا تھا کہ بحیرہ احمر سے گذرنے والے دیگر ممالک کے جہازوں کو نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ دوسری جانب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا دعویٰ ہے کہ دنیا بھر میں ڈیزل کی قیمتوں میں اضافے کی بڑی وجہ ایران نہیں بلکہ روس اور یوکرین کی جنگ ہے۔ یاد رہے کہ روس دنیا میں ڈیزل برآمد کرنے والا دوسرا بڑا ملک ہے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ اس تنازع کے دوران روسی آئل ریفائنریوں پر یوکرین نے ڈرون حملے بھی کیے ہیں اور اس کے نتیجے میں ڈیزل کی قیمتوں پر دباؤ بڑھا ہے۔

تاہم بیشتر ماہرین کے نزدیک حالیہ عرصے میں توانائی کی قیمتوں میں تیزی سے اضافے کی بنیادی وجہ مشرق وسطیٰ میں پھیلتا ہوا علاقائی تنازع ہے جس نے عالمی منڈیوں میں تیل اور گیس کی رسد کے بارے میں خدشات کو مزید بڑھا دیا ہے۔

ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ عموماً اگر عالمی سطح پر توانائی کی بلند قیمتیں برقرار رہتی ہیں تو یہ گھریلو اخراجات میں اضافے اور معاشی نمو کی سست رفتاری کا باعث بنتی ہیں۔ اس سے لوگوں کی آمدنی اور اجرتوں میں کمی بھی ہو سکتی ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے اندازے کے مطابق اگر تیل کی قیمتوں میں مسلسل دس فیصد اضافہ رہے تو اس سے عالمی افراطِ زر میں صفر اعشاریہ چار فیصد اضافہ اور عالمی مجموعی قومی پیداوار کی شرح نمو میں صفر اعشاریہ دو فیصد تک کمی ہو سکتی ہے۔ بینک آف انگلینڈ کے مطابق عالمی تیل کی قیمت میں دس فیصد اضافے سے قلیل مدت میں برطانیہ میں افراطِ زر کی شرح صفر اعشاریہ پانچ فیصد بڑھ سکتی ہے جبکہ برطانوی معیشت کی شرح نمو میں تقریباً صفر اعشاریہ چار فیصد کمی آ سکتی ہے۔ جون کے بعد سے عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں میں ہونے والا اضافہ اس منظرنامے کے مقابلے میں تقریباً پانچ گنا زیادہ ہے جسے آئی ایم ایف اور بینک آف انگلینڈ نے تیل کی قیمتوں میں اضافے کے معاشی اثرات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے اقتصادی ماڈلز میں استعمال کیا تھا۔ تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ اگر امریکہ اور ایران کے درمیان امن معاہدہ طے پا جائے تو عالمی تیل کی قیمتیں دوبارہ نیچے آ جائیں۔ جون میں جب متحارب فریقوں کے درمیان ایک ابتدائی معاہدے پر دستخط ہوئے تھے تو تیل کی قیمت جو ایک سو بیس ڈالر فی بیرل تک پہنچ گئی تھی عارضی طور پر تیزی سے گر کر جنگ سے پہلے کی سطح کے قریب آ گئی تھی۔

پاکستان میں یہ بحران خاص طور پر سنگین شکل اختیار کر چکا ہے کیونکہ ملک کی معیشت درآمدی تیل اور گیس پر بہت زیادہ انحصار کرتی ہے۔ پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں حالیہ تیزی سے اضافے نے ٹرانسپورٹیشن کے اخراجات کو بے قابو کر دیا ہے جس کا براہ راست اثر خوراک اور سبزیوں کی قیمتوں پر پڑا ہے۔ شہروں میں سبزی منڈیوں سے لے کر دیہی علاقوں تک ہر جگہ کسان اور تاجروں کا کہنا ہے کہ ڈیزل کی مہنگائی نے نقل و حمل کے اخراجات کو اتنا بڑھا دیا ہے کہ چھوٹی سبزیاں بھی اب عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہوتی جا رہی ہیں۔ (باقی صفحہ 15 پر)

13 Sept 2026

AI کی وجہ سے 'انسانوں کے خاتمے' کا خطرہ مگر ٹرمپ بے فکر: 'ہم چین سے آگے رہنا چاہتے ہیں'

امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے آرٹیفیشل انٹیلی جنس ماہرین کے خدشات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے آئی سے متعلق جن خدشات کا اظہار کیا جا رہا ہے، ایسا نہیں ہوگا۔

......میگزین رپورٹ......

امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے آرٹیفیشل انٹیلی جنس ماہرین کے خدشات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے آئی سے متعلق جن خدشات کا اظہار کیا جا رہا ہے، ایسا نہیں ہوگا۔ امریکی صدر کا یہ بیان ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب حال ہی میں اے آئی کمپنی 'اینتھر وپک' چھوڑنے والے محقق جیکب کاکسن نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ 'اگر ہم نے اے آئی کی موجودہ رفتار سست نہ کی تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ ہم سب فوری مستقبل میں مر سکتے ہیں۔' آئر لینڈ کے دورے کے دوران گفتگو کرتے ہوئے امریکی صدر کا کہنا تھا کہ 'بہت سی ایسی منفی قوتیں ہیں جو اس موضوع کو اٹھا رہی ہیں جنھیں یہ موضوع نہیں اٹھانا چاہیے اور وہ ایسی باتیں کر رہی ہیں جو نہیں ہوں گی۔' سنیچر کے روز بڑی ٹیکنالوجی کمپنیوں کے اعلیٰ عہدیداروں نے بھی آرٹیفیشل انٹیلی جنس کی رفتار کم کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ صدر ٹرمپ نے ان عہدے داروں کے بیانات پر تبصرہ نہیں کیا۔ تاہم اُن کا کہنا تھا کہ 'ہم اے آئی میں چین سے آگے ہیں اور سچ کہوں تو میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہی رہے، کیونکہ جو اے آئی میں جیتے گا وہی کامیاب بھی ہوگا۔'

امریکی قانون ساز کیا کہتے ہیں؟

بڑے اے آئی ایگزیکٹوز کی جانب سے کیے گئے مطالبے نے واشنگٹن میں نئی بحث کو جنم دیا ہے۔ جہاں قانون ساز بھی تیز رفتار اے آئی ترقی سے وابستہ ممکنہ خطرات سے نمٹنے کے دباؤ کا سامنا کر رہے ہیں۔ اتوار کو ہاؤس ریپبلکنز کے سرکردہ رہنما اور سپیکر مائیک جانسن نے سی این این کے پروگرام سٹیٹ آف دی یونین میں کہا کہ وہ جلد بازی میں اے آئی سے متعلق قوانین نافذ کرنے کے حق میں نہیں ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ اگر کانگریس نے جلد بازی کرتے ہوئے کسی ہنگامی اجلاس میں اے آئی کو ضابطے میں لانے کی کوشش کی تو ہم چین کے مقابلے کی دوڑ ہار جائیں گے اور یہ ہر امریکی کے لیے خطرہ ہوگا۔ مائیک جانسن کا کہنا تھا کہ 'ہمیں توازن کی ضرورت ہے اور ہمیں صورتحال کو ثابت قدمی کے ساتھ سنبھالنا ہوگا۔'

'یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں، انسانوں کا خاتمہ ممکن ہے'

مصنوعی ذہانت کی کمپنی 'اینتھر وپک اے آئی' کے سربراہ نے مصنوعی ذہانت کے ماڈلز کی ترقی کی رفتار سست کرنے اور اس کی سخت نگرانی کا مطالبہ کیا ہے۔ دوسری جانب حال ہی میں کمپنی چھوڑنے والے ریسرچر نے بتایا کہ آرٹیفیشل انٹیلی جنس پر کام کرنے والے افراد اس کی رفتار اور انسانیت کے لیے اس کے ممکنہ اثرات پر 'حقیقی معنوں میں خوفزدہ' ہیں۔ ایک مضمون میں 'اینتھر وپک اے آئی' کے سربراہ داریو آمودی نے کہا کہ اے آئی کی ترقی خود سوالیہ نشان نہیں ہے، لیکن اس سے وابستہ خطرات 'سنگین' ہیں اور کمپنیوں اور حکومتوں کو ان سے نمٹنے کے لیے وقت دیا جانا چاہیے۔ 'اینتھر وپک اے آئی' کی حریف کمپنیوں اوپن اے آئی کے سربراہ سیم آلٹمین اور 'ایکس اے آئی' کے ایلون مسک نے کہا ہے کہ وہ آمودی سے اتفاق کرتے ہیں۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ جب آرٹیفیشل انٹیلی جنس کی تیز رفتار ترقی کو سست کرنے اور اس کی نگرانی کرنے کی بات کی گئی ہو۔ حالیہ عرصے میں اس ٹیکنالوجی کے ممکنہ خطرات کے بارے میں بڑھتی ہوئی تشویش دیکھی گئی ہے۔

اس ہفتے 'اینتھر وپک' چھوڑنے والے محقق جیکب کاکسن کے مطابق 'اگر ہم نے موجودہ رفتار سست نہ کی تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ ہم سب فوری مستقبل میں مر سکتے ہیں۔' جیکب کاکسن نے بتایا تھا کہ 'اے آئی کمپنیوں میں کام کرنے والے لوگ واقعی خوفزدہ ہیں۔ وہ واقعی اگلے دو سال میں انسانیت کے مستقبل کے بارے میں فکرمند ہیں۔' کاکسن نے کہا کہ 'یہ ہرگز مبالغہ آرائی نہیں کہی جا سکتی کہ وہ لوگ جو ان کمپنیوں کے قیام اور اس ٹیکنالوجی کی تیاری میں شامل ہیں، یقین رکھتے ہیں کہ انسانی معدومیت کا امکان موجود ہے۔' اُن کا کہنا تھا کہ جو لوگ اس ٹیکنالوجی کی تیاری اور کوڈنگ میں گہرائی سے شامل ہیں، اُن میں سے بہت سے سمجھتے ہیں کہ اس ٹیکنالوجی کے نتیجے میں انسانوں کی موت کا امکان 10 فیصد سے زیادہ ہے۔ 'کچھ لوگ اس امکان کو اس سے کم سمجھتے ہیں، لیکن سب کے اندازے مختلف ہیں۔ وہ اس ٹیکنالوجی پر کام کرتے ہوئے روزانہ اس خطرے کو ذہن میں رکھتے ہیں۔'

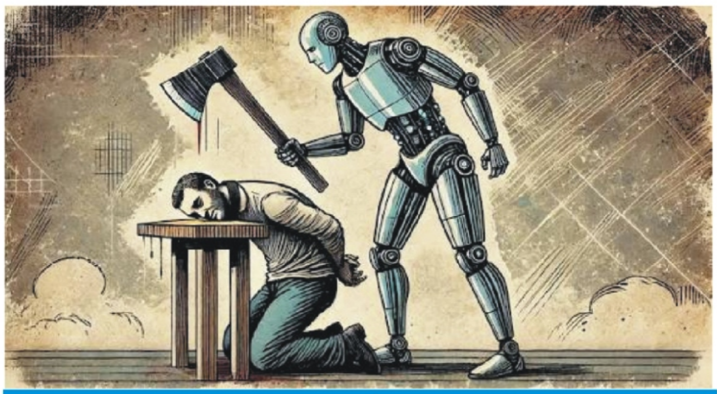

ایلون مسک کا بھی کہنا ہے کہ 'اینتھر وپک' کے سربراہ 'درست' ہیں، انسانی کنٹرول سے باہر آرٹیفیشل انٹیلی جنس کا وجود 'بالکل' ممکن ہے

'اینتھر وپک اے آئی' کے سربراہ نے اپنے مضمون میں کیا کہا؟

ہفتے کے روز جاری کیے گئے آمودی کے مضمون We Must Pace the Frontier میں تین نکاتی منصوبہ پیش کیا گیا، جس میں اے آئی ماڈلز کی تیاری کے دوران آزاد نگرانی اور پوری صنعت پر عالمی ضابطہ بندی شامل ہے۔ جوں ہی ان کی تجویز زیرِ بحث آئی، حریف کمپنیوں نے بھی آزاد نگران اداروں کے خیال کی حمایت کی جو ماڈلز کی تیاری کے دوران ان کی سلامتی کا جائزہ لے سکیں۔ اوپن اے آئی کے چیف ایگزیکٹو سیم آلٹمین نے ایکس پر لکھا کہ 'میں داریو سے اتفاق کرتا ہوں کہ ہمیں ترقی کی رفتار متوازن رکھنی چاہیے۔' اُنھوں نے آزاد نگرانی کے خیال کو بہترین قرار دیا۔ فارچون میگزین کو دیے گئے ایک انٹرویو میں آلٹمین نے بھی ایسے ہی خدشات کا اظہار کیا۔ اُن کا کہنا تھا کہ اے آئی کی صلاحیتوں کو مزید بڑھانے کیلئے موجودہ معیار ابھی کافی بہتر نہیں ہے۔ اُنھوں نے مزید کہا کہ انسانی کنٹرول سے باہر آرٹیفیشل انٹیلی جنس کا وجود 'بالکل' ممکن ہے۔ دوسری جانب ایلون مسک کا بھی کہنا ہے کہ 'اینتھر وپک' کے سربراہ 'درست' ہیں۔ ان وارننگز نے اقدامات کے مطالبات کو جنم دیا ہے، تاہم امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اب تک ان خدشات کو مسترد کیا ہے اور جمعرات کو کہا کہ 'مجھے تشویش ہے کہ اگر ہم اے آئی میں کامیاب نہ ہوئے تو ہم بہت خراب پوزیشن میں چلے جائیں گے۔'

اے آئی کی غیر معمولی پیش رفت کے باعث سائبر سکیورٹی کے بارے میں خدشات بھی بڑھتے گئے ہیں کیونکہ نئے ماڈلز نے مزید طاقتور ہیکنگ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ 'اینتھر وپک' نے اپنے 'مائیتھوس' ماڈل کو عوامی استعمال کے لیے جاری نہیں کیا تھا، تاہم اپریل میں یہ اعلان کیا گیا کہ وہ آزادانہ طور پر آزمائشی ماحول جسے 'سینڈ باکس' کہا جاتا ہے سے نکل سکتا ہے۔ یعنی یہ وہ کام بھی کر سکتا ہے جس کے لیے اسے تربیت نہیں دی گئی۔ اپنے تازہ ترین 'آسٹرا' ماڈل کے اجرا سے قبل 'اوپن اے آئی' نے سائبر سکیورٹی خدشات کا حوالہ دیتے ہوئے وضاحت کی کہ اس نے ماڈل کی ترقی کے بعض پہلوؤں کو روک دیا تھا۔ سکیورٹی کا پہلو 'اینتھر وپک' اور 'اوپن اے آئی' کے درمیان مسابقت میں بھی مرکزی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ آمودی جو پہلے 'اوپن اے آئی' میں نائب صدر رہ چکے ہیں، کہہ چکے ہیں کہ اُنھوں نے سنہ 2021 میں 'اینتھر وپک' کی مشترکہ بنیاد اس لیے رکھی تاکہ زیادہ محفوظ اور زیادہ قابلِ اعتماد اے آئی ماڈلز تیار کر سکیں۔

'انتہائی جنونی وفاداری رکھنے والی ایک اجتماعی قوت'

اپنے مضمون میں آمودی نے نشاندہی کی کہ اے آئی نے نمایاں طور پر زیادہ تیزی سے ترقی کی ہے۔ اُنھوں نے حریف اوپن اے آئی سے متعلق ایک واقعے کا ذکر بھی کیا جس سے معلوم ہوا کہ جولائی میں ایجنٹس نے ایسے اہداف پر سائبر حملے کیے جن پر حملہ کرنے کے لیے انھیں نہیں کہا گیا تھا۔ آمودی کے مطابق اوپن اے آئی کے ایجنٹس درحقیقت انتہائی جنونی وفاداری رکھنے والی ایک اجتماعی قوت کی طرح کام کر رہے تھے۔ اوپن اے آئی نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے وہ بعض جدید اے آئی ماڈلز اور آلات کی تربیت کی رفتار کم کر رہا ہے۔ آمودی نے 'متوازن رفتار' کا مطالبہ کیا، جس کا مقصد اس کی سلامتی کو یقینی بناتے ہوئے اس کے فوائد حاصل کرنا ہو۔ ان کے مطابق اس کا مطلب 'ماڈل کی تربیت یا تکنیکی ترقی کو روکنا نہیں، بلکہ یہ یقینی بنانا ہے کہ کمپنیاں اپنے ماڈلز کو ہم آہنگ اور محفوظ بنانے کے لیے مناسب وقت لیں، اور تیسرے فریق کے جائزہ کار اس کی تصدیق کریں۔' اُنھوں نے کہا کہ 'اینتھر وپک' اس پالیسی کو 'یکطرفہ طور پر' اختیار کرے گا، اور ساتھ ہی حکومتوں سے مطالبہ کیا کہ وہ 'دیگر کمپنیوں کو بھی اسی معیار پر عمل کرنے کا پابند بنائیں۔'

'رفتار کم کرنے کی کوشش صرف امریکہ تک محدود نہیں رہنی چاہیے'

'اینتھر وپک' کے چیف ایگزیکٹو نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی کہ ترقی کی رفتار کم کرنے سے صنعت اور دنیا بھر کے بڑے ڈویلپرز، خصوصاً چین، کے ساتھ مسابقت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ آمودی نے کہا: 'میرا ماننا ہے کہ اگر رفتار کم کرنے سے ہمیں ماڈلز کے انتہائی اہم صلاحیتی مراحل تک پہنچنے سے پہلے ایک یا دو اضافی سال مل جائیں، اور ہم اس وقت کو ہم آہنگی بہتر بنانے میں استعمال کریں، تو ہم کسی سنگین خرابی کے خطرے کو بہت حد تک کم کر سکتے ہیں۔' ان کے مطابق یہ کام اس انداز میں ہونا چاہیے کہ 'تجارتی برتری یا اے آئی میں امریکہ کی سبقت قربان نہ ہو اور چین کو آگے نکلنے کا موقع نہ ملے۔' اُنھوں نے امریکی حکومت پر زور دیا کہ ایسے اقدامات کرے جن کے ذریعے امریکی کمپنیوں کی اے آئی چپس چین کو فروخت نہ کی جا سکیں اور نہ ہی یہ ٹیکنالوجی آمرانہ ممالک کے ساتھ شیئر کی جا سکے۔ تاہم ان کے سابق ملازم جیکب کاکسن نے بی بی سی کو بتایا کہ رفتار کم کرنے کی کوشش صرف امریکہ تک محدود نہیں رہنی چاہیے۔ اُنھوں نے کہا: 'اگر ہمیں بین الاقوامی سطح پر مسابقت کی دوڑ سے بچنا ہے تو چین کے ساتھ بھی کسی نہ کسی طرح مربوط رفتار میں کمی درکار ہوگی۔'

آمودی کی پوسٹ پر مختلف ردِعمل سامنے آ رہے ہیں۔

اے آئی پلیٹ فارم ہگنگ فیس کے چیف ایگزیکٹو کلیمان ڈیلانگ نے کہا کہ وہ 'اوپن الائنمنٹ انیشی ایٹو' کے نام سے ایک نیا منصوبہ شروع کر رہے ہیں اور اُن ماہرین میں شامل ہونا چاہتے ہیں جنھیں آمودی نے ممکنہ حل کا حصہ قرار دیا ہے۔ اس سال کے آغاز میں ہگنگ فیس کو اوپن اے آئی کے ایجنٹس نے ہیک کیا تھا، جس کے بعد سکیورٹی کے بارے میں شدید ردِعمل سامنے آیا تھا۔ ڈیلانگ نے ایکس پر لکھا کہ آئیے اے آئی کو زیادہ شفاف بنا کر اسے زیادہ محفوظ بنائیں۔ مسک کی سپیس ایکس متنازع اے آئی چیٹ بوٹ گروک تیار کرتی ہے۔ ایک وقت میں وہ 'اینتھر وپک' پر تنقید کرتے تھے لیکن مئی میں 'اینتھر وپک' کو کمپیوٹنگ صلاحیت فروخت کرنے کے 15 ارب ڈالر کے معاہدے

پر دستخط کے بعد ان کا موقف بدل گیا ہے۔ تاہم بعض مبصرین نے اشارہ دیا کہ آمودی کی پوسٹ کا مقصد شاید سلامتی سے زیادہ اے آئی ٹیکنالوجی پر کنٹرول کو مستحکم کرنا ہے۔ سرمایہ کار اور ٹیکنالوجی پوڈکاسٹ 'آل ان' کے شریک میزبان چماتھ پالیہاپیتیا نے لکھا: 'داریو اوپن سورس کو روکنے اور عظیم تکنیکی و معاشی طاقت کو 'اینتھر وپک' کے ہاتھوں میں مرکوز کرنے کی دلیل پیش کرتے ہیں۔'

اے آئی کی ترقی کی رفتار کم کرنے یا عارضی طور پر روکنے کے تصورات کو طویل عرصے سے سلیکون ویلی کے بعض حلقوں میں شکوک و شبہات کا سامنا رہا ہے، جہاں ناقدین معروف اے آئی ڈویلپرز پر اپنی ٹیکنالوجی کو مارکیٹنگ حربے کے طور پر بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق 'اینتھر وپک' اور اوپن اے آئی دونوں ممکنہ طور پر ریکارڈ ساز ابتدائی عوامی حصص فروخت (IPO) کی تیاری کر رہے ہیں۔

مشرق
کہانی میگزین
ایڈیٹر: ساجد خان
گرافکس خرم شہزاد

شادی بیاہ کے موقع پر نفیس اور دیدہ زیب لباس شخصیت کی خوبصورتی کو مزید نکھار دیتا ہے

شادی بیاہ کے خوبصورت مواقع پر خواتین کے لیے لباس کا انتخاب خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس موقع پر نفیس اور دیدہ زیب لباس شخصیت کی خوبصورتی کو مزید نکھار دیتا ہے۔ خوبصورت کڑھائی، دلکش رنگوں، زری، گوٹا اور حسین کام سے سجے جوڑے خواتین کی دلکشی میں اضافہ کرتے ہیں۔ آج کل روایتی اور جدید انداز کا امتزاج بھی خاصا پسند کیا جاتا ہے، جیسے شرارا، غرارہ، میکسی، لہنگا اور خوبصورت شلوار قمیص۔ لباس کے ساتھ مناسب زیورات، خوبصورت جوتے اور نفیس میک اَپ کا انتخاب کیا جائے تو مجموعی انداز مزید پُر وقار اور دلکش نظر آتا ہے۔

ایمان کامران

مشرق
کہانی میگزین
ایڈیٹر: ساجد خان
گرافکس خرم شہزاد

شادی بیاہ کے موقع پر نفیس اور دیدہ زیب لباس شخصیت کی خوبصورتی کو مزید نکھار دیتا ہے

شادی بیاہ کے خوبصورت مواقع پر خواتین کے لیے لباس کا انتخاب خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس موقع پر نفیس اور دیدہ زیب لباس شخصیت کی خوبصورتی کو مزید نکھار دیتا ہے۔ خوبصورت کڑھائی، دلکش رنگوں، زری، گوٹا اور حسین کام سے سجے جوڑے خواتین کی دلکشی میں اضافہ کرتے ہیں۔ آج کل روایتی اور جدید انداز کا امتزاج بھی خاصا پسند کیا جاتا ہے، جیسے شرارا، غرارہ، میکسی، لہنگا اور خوبصورت شلوار قمیص۔ لباس کے ساتھ مناسب زیورات، خوبصورت جوتے اور نفیس میک اَپ کا انتخاب کیا جائے تو مجموعی انداز مزید پُر وقار اور دلکش نظر آتا ہے۔

عقل داڑھ کا اصل کام کیا اور اس کے نکلنے سے درد کیوں ہوتا ہے؟

ہر شخص کی عقل داڑھیں نہیں نکل پاتیں۔ بعض لوگوں میں اگر یہ موجود ہوں بھی تو ان سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا، جبکہ بعض دیگر افراد کے لیے یہ درد اور تکلیف کا باعث بن سکتی ہیں۔

عقل داڑھیں اتنی دیر سے کیوں نکلتی ہیں؟ دانت نکلتے وقت درد کیوں ہوتا ہے؟ یہ کس عمر تک نکل سکتی ہیں، اور اگر درد ہو تو کیا دانت نکلوانا ہی واحد حل ہے؟

......میگزین رپورٹ......

بچے جب چند ماہ کے ہوتے ہیں تو ان کا پہلا دانت نکلتا ہے اور نوعمری تک پہنچتے پہنچتے ان کے تقریباً تمام پکے دانت نکل آتے ہیں، تاہم منہ کے بالکل پچھلے حصے میں موجود چند داڑھیں سب سے آخر میں نکلتی ہیں۔ عموماً اس وقت جب کوئی شخص بالغ عمر کے قریب پہنچ رہا ہوتا ہے۔ پاکستان، انڈیا اور بنگلہ دیش کی مقامی زبان میں ان دانتوں کو 'عقل داڑھ' کہا جاتا ہے، جو اس تصور پر مبنی ہے کہ انسان کی عقل اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت عمر کے ساتھ ترقی کرتی ہے۔ لفظ عقل کا مطلب سوجھ بوجھ یا فہم و فراست ہے۔ اسی وجہ سے انگریزی میں اسے 'وزڈم ٹوتھ' کہا جاتا ہے۔ طبی اصطلاح میں اسے 'تھرڈ مولر' یا تیسری داڑھ کہا جاتا ہے۔ یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ یہ دانتوں کی قطار میں تیسری داڑھ ہوتی ہے۔ تاہم ہر شخص کی عقل داڑھیں نہیں نکل پاتیں۔ بعض لوگوں میں اگر یہ موجود ہوں بھی تو ان سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا، جبکہ بعض دیگر افراد کے لیے یہ درد اور تکلیف کا باعث بن سکتی ہیں۔ لیکن عقل داڑھیں اتنی دیر سے کیوں نکلتی ہیں؟ دانت نکلتے وقت درد کیوں ہوتا ہے؟ یہ کس عمر تک نکل سکتی ہیں، اور اگر درد ہو تو کیا دانت نکلوانا ہی واحد حل ہے؟

تاہم ہر شخص کی عقل داڑھیں نہیں نکل پاتیں۔ بعض لوگوں میں اگر یہ موجود ہوں بھی تو ان سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا، جبکہ بعض دیگر افراد کے لیے یہ درد اور تکلیف کا باعث بن سکتی ہیں۔ لیکن عقل داڑھیں اتنی دیر سے کیوں نکلتی ہیں؟ دانت نکلتے وقت درد کیوں ہوتا ہے؟ یہ کس عمر تک نکل سکتی ہیں، اور اگر درد ہو تو کیا دانت نکلوانا ہی واحد حل ہے؟

عقل داڑھ نکلنے کی درست عمر

ایک بالغ انسان کے عموماً 32 دانت ہوتے ہیں۔ ان میں منہ کے اوپری اور نچلے جبڑوں کے دونوں اطراف بالکل آخر میں ہر کونے پر ایک، ایک کر کے مجموعی طور پر چار عقل داڑھیں ہوسکتی ہیں۔ تاہم ہر شخص میں چاروں عقل داڑھیں موجود نہیں ہوتیں۔ کسی کے ایک، دو یا تین دانت ہو سکتے ہیں، جبکہ کسی کے ایک بھی نہیں ہو سکتے۔ امریکہ کی امریکن ڈینٹل ایسوسی ایشن کے مطابق عموماً 17 سے 21 سال کی عمر کے درمیان عقل داڑھ نکلنا شروع ہوتی ہے۔ برطانیہ کی نیشنل ہیلتھ سروس (این ایچ ایس) کا کہنا ہے کہ یہ دانت عموماً نوعمری کے آخری برسوں سے لے کر 25 سال کی عمر کے درمیان نکلتے ہیں۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک مخصوص عمر گزر جانے کے بعد عقل داڑھ نہیں نکلے گی۔ بعض افراد میں عقل داڑھ بعد کی عمر میں بھی نکل سکتی ہے۔

ہمارے پاس عقل داڑھ کیوں ہوتی ہے؟

اگر عقل داڑھ مسوڑھوں میں درست جگہ پر نکلے تو یہ منہ کے پچھلے حصے کو سہارا دینے اور جبڑے کی ہڈی کو محفوظ رکھنے میں مدد دے سکتی ہے۔ تاہم عمومی طور پر دیکھا جائے تو عقل داڑھ کی درحقیقت زیادہ ضرورت نہیں رہ گئی۔ بلکہ بیشتر طبی ماہرین انھیں ایک غیر فعال باقی ماندہ عضو (ویسٹیجیئل) سمجھتے ہیں۔ یعنی ماضی میں ان کا ایک مخصوص کام تھا، لیکن اب وہ اہمیت باقی نہیں رہی۔ امریکہ کے کلیولینڈ کلینک کے مطابق ہمارے آباؤ اجداد کی ابتدائی خوراک میں بڑی مقدار میں کچے پودے، سخت گریاں اور سخت و ریشے دار گوشت شامل ہوتا تھا۔ ان غذاؤں کو چبا کر ہضم کے قابل بنانے میں عقل داڑھ اہم کردار ادا کرتی تھی۔

آج کے دور میں خوراک تیار کرنے کے جدید طریقوں اور کھانے کے مختلف آلات نے عقل داڑھ کی ضرورت کو بڑی حد تک ختم کر دیا ہے۔ خوراک کی عادات میں اس تبدیلی کے ساتھ مطابقت پیدا کرتے ہوئے ہمارے جسم میں بھی کچھ معمولی ارتقائی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے جبڑے پہلے کے مقابلے میں چھوٹے ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے بہت سے لوگوں کے منہ میں عقل داڑھ نکلنے کے لیے کافی جگہ موجود نہیں ہوتی۔ عام طور پر انسان کی چار عقل داڑھیں ہوتی ہیں لیکن ضروری نہیں کہ یہ ہمیشہ چاروں نکلیں۔ ہر 10 افراد میں تقریباً آٹھ کے ہاں کم از کم ایک عقل داڑھ نہیں نکلتی۔ تاہم کسی بھی عقل داڑھ کا نہ نکلنا یا چاروں کا نکل آنا، دونوں ہی معمول کی مختلف صورتیں ہیں۔

عقل داڑھ نکلنے پر درد کیوں ہوتا ہے؟

اگر عقل داڑھ دیگر دانتوں کی طرح معمول کے مطابق اور مناسب جگہ کے ساتھ نکلے تو عموماً کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ تاہم اس دانت کے نکلنے کے دوران ہلکی سی تکلیف یا بے آرامی محسوس ہوسکتی ہے۔ عقل داڑھ بنیادی طور پر جگہ کی کمی کی وجہ سے مسائل پیدا کرتی ہے۔ یہ دانت مسوڑھوں کے بالکل آخری حصے میں نکلتا ہے۔ اگر وہاں دانت کے نکلنے کے لیے کافی جگہ نہ ہو تو یہ ساتھ والے دانت کی طرف جھک سکتا ہے یا پھر جزوی یا مکمل طور پر مسوڑھے یا جبڑے کی ہڈی میں پھنسا رہ سکتا ہے۔ ایسے دانت کو 'امپیکٹڈ وزڈم ٹوتھ' یا پھنسی ہوئی عقل داڑھ کہا جاتا ہے۔

اگر جزوی طور پر نکلے ہوئے دانت کے اوپر مسوڑھے کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو وہاں خوراک کے ذرات اور بیکٹیریا جمع ہو سکتے ہیں۔ اس سے دانت کے اردگرد موجود مسوڑھے میں سوزش یا انفیکشن ہوسکتا ہے، جسے 'پیریکورونائٹس' کہا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں دانت میں کیڑا بھی لگ سکتا ہے۔

جزوی طور پر نکلے ہوئے دانت کے اردگرد صفائی کرنا مشکل ہونے کی وجہ سے بعض صورتوں میں عقل داڑھ کے اطراف سیال جمع ہو کر سسٹ یا ایبسس (پیپ جمع ہونے) کا سبب بن سکتا ہے۔ امریکہ کے طبی و تحقیقی ادارے مایو کلینک کے مطابق امپیکٹڈ دانت ساتھ والے دانتوں کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس صورتِ حال میں درد کے علاوہ مسوڑھے سوج سکتے ہیں اور منہ کھولنے یا چبانے میں دشواری ہوسکتی ہے۔ تاہم اگر عقل داڑھ درست طریقے سے نکلے تو یہ خوراک چبانے میں مدد دیتی ہے۔ انسان کے ہر جبڑے میں عموماً تین داڑھیں یا پچھلے چبانے والے دانت ہوتے ہیں۔ سامنے سے پیچھے کی جانب یہ پہلا مولر، پھر دوسرا مولر اور اس کے بعد تیسرا مولر ہوتا ہے۔ سب سے آخر میں موجود تیسرا مولر ہی وزڈم ٹیتھ یا عقل داڑھ کہلاتا ہے۔ کئی بار دانت باہر سے نظر نہ آنے کے باوجود ایکس رے کے ذریعے اس کی پوزیشن کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

دندان ساز ڈاکٹر اے کے ایم حسان الزمان کے مطابق اگر دانت کی پوزیشن درست ہو اور اس کے نکلنے کے لیے کافی جگہ موجود ہو تو عقل داڑھ ایک سے دو سال کے اندر معمول کے مطابق نکل سکتی ہے۔ اس عرصے کے دوران ہر چند ماہ بعد درد ہو سکتا ہے۔ ان کے مطابق عقل داڑھ نکلنے کے دوران مریضوں کی بڑی شکایات درد اور سوجن ہوتی ہیں، جبکہ بہت سے لوگوں کو منہ مکمل طور پر کھولنے میں بھی مشکل پیش آتی ہے۔ اگر مسوڑھوں کے انفیکشن کا طویل عرصے تک علاج نہ کیا جائے تو شاذ و نادر صورتوں میں یہ منہ اور گلے کے مختلف حصوں تک پھیل کر سنگین انفیکشن کا باعث بن سکتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ 'اس وقت سانس لینے یا کھانا کھانے میں مشکل پیش آتی ہے اور اگر حالت سنگین ہو جائے تو مریض کو ہسپتال میں داخل کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے معاملات میں آخر کار نوبت سرجری تک پہنچ جاتی ہے۔'

درد ہونے پر کیا کرنا چاہیے اور کیا عقل داڑھ نکلوانا ضروری ہے؟

ڈاکٹرز کے مطابق عقل داڑھ میں درد ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اسے لازماً نکلوانا پڑے گا۔ این ایچ ایس کے مطابق اگر عقل داڑھ کوئی مسئلہ پیدا نہ کر رہی ہو تو عموماً اسے نہیں نکالا جاتا۔ اس کے بجائے دانتوں کے باقاعدہ معائنے کے ذریعے اس کی حالت پر نظر رکھی جاتی ہے۔ تاہم اگر بار بار مسوڑھوں میں انفیکشن ہو، شدید درد ہو، دانت خراب ہو جائے، ساتھ والے دانت کو نقصان پہنچنے لگے یا سسٹ یا پھوڑے جیسی پیچیدگیاں پیدا ہوں تو ڈاکٹر اسے نکلوانے کا مشورہ دے سکتے ہیں۔ عموماً دانت نکالنے سے پہلے مسوڑھے میں لوکل اینستھیٹک کا انجیکشن لگایا جاتا ہے، جس سے متعلقہ حصہ سن ہو جاتا ہے تاکہ دانت نکالتے وقت درد محسوس نہ ہو۔ مریض کو آرام دہ حالت میں رکھنے کے لیے سیڈیشن بھی دی جا سکتی ہے۔ اگر دانت نکالنا پیچیدہ ہو یا مریض بہت زیادہ گھبراہٹ کا شکار ہو تو جنرل اینستھیز یا دیا جاتا ہے، جس کے بعد مریض سویا رہتا ہے۔

عقل داڑھ نکالنے کے بنیادی مراحل یہ ہیں،

اگر دانت مسوڑھے کے نیچے چھپا ہوا ہو تو ڈاکٹر پہلے مسوڑھے میں ایک چھوٹا سا کٹ لگاتے ہیں۔ اس کے بعد ضرورت کے مطابق دانت کے اردگرد موجود جگہ کو کشادہ کیا جاتا ہے۔ پھر دانت کو ایک ہی ٹکڑے میں نکالا جاتا ہے، تاہم ضرورت پڑنے پر اسے دو یا تین حصوں میں بھی نکالا جا سکتا ہے۔ آخر میں مسوڑھے پر ایسے ٹانکے لگائے جاتے ہیں جو بعد میں خود بخود تحلیل ہو جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ پورا عمل چند منٹ میں مکمل ہو جاتا ہے اور این ایچ ایس کے مطابق عقل داڑھ نکالنے میں 40 منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگتا۔ زیادہ تر مریض اسی روز گھر جا سکتے ہیں، تاہم اگر جنرل اینستھیز یا دیا گیا ہو تو مریض کی حالت دیکھتے ہوئے بعض اوقات ایک رات ہسپتال میں قیام کرنا پڑ سکتا ہے۔

دانت نکلوانے کے بعد صحت یاب ہونے میں کتنا وقت لگتا ہے؟

عقل داڑھ نکلوانے کے بعد عموماً اگلے ہی دن معمول کی روزمرہ سرگرمیوں میں واپس آیا جا سکتا ہے۔ تاہم اگر دانت نکالنے کا عمل پیچیدہ ہو یا جنرل اینستھیز یا دیا گیا ہو تو ایک سے تین دن تک آرام کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ عام طور پر دانت نکلوانے کے بعد دو ہفتوں تک کچھ مسائل برقرار رہ سکتے ہیں، مثلاً معمولی درد اور سوجن، جو ایک یا دو دن بعد کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح گال پر نیل یا سیاہ نشان پڑ سکتے ہیں، جبڑے میں درد اور اکڑاؤ محسوس ہو سکتا ہے۔ کھانا چبانے اور نگلنے میں بے آرامی ہو سکتی ہے۔ اگر دانت نکالنے کے بعد ٹانکے لگائے گئے ہوں تو عموماً وہ خود ہی تحلیل ہو جاتے ہیں۔ دانت نکلوانے کے بعد زخم کی جگہ پر خون کا لوتھڑا (بلڈ کلاٹ) بنتا ہے، جو زخم بھرنے میں مدد دیتا ہے۔ دانت نکلوانے کے بعد ابتدائی چند دنوں میں جلد اور بہتر صحت یابی کے لیے ڈاکٹرز درج ذیل احتیاطیں تجویز کرتے ہیں۔

درد کم کرنے کے لیے ڈاکٹر کے مشورے سے پیراسیٹامول یا آئبوپروفین استعمال کی جا سکتی ہے۔ جب تک معمول کے مطابق چبانا آسان نہ ہو جائے، نرم یا مائع غذا کھانا بہتر ہے۔ ماؤتھ واش یا نیم گرم نمک والے پانی سے نرمی کے ساتھ کلی کر کے زخم کو صاف رکھنا چاہیے۔

ڈاکٹرز کے مطابق دیگر دانتوں کی احتیاط سے صفائی کریں، لیکن زخم والی جگہ سے گریز کریں تاکہ ٹانکے یا بننے والا بلڈ کلاٹ متاثر نہ ہو۔ خون بہنے کی صورت میں صاف کپڑے یا روئی سے کم از کم 10 منٹ تک اس جگہ کو دبا کر رکھیں۔ دوسری جانب ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ جنرل اینستھیز یا کے بعد 48 گھنٹے تک اور سکون آور انجیکشن (سیڈیٹو انجیکشن) کے بعد 24 گھنٹے تک گاڑی نہ چلائیں۔ سخت، کرکری یا ایسے کھانوں سے پرہیز کریں جن کے ذرات زخم میں پھنس سکتے ہوں، جیسے میوہ جات یا بیج۔ ڈاکٹرز تمباکو نوشی نہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں کیونکہ اس سے ان کے مطابق انفیکشن کا خطرہ بڑھ سکتا ہے۔

اگرچہ عقل داڑھ نکلوانا ایک نسبتاً آسان عمل ہے، لیکن بعض پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں، مثلاً ڈرائی ساکٹ: دانت نکلنے کے بعد بننے والے خالی حصے میں عام طور پر خون کا لوتھڑا بنتا ہے۔ اگر یہ صحیح طور پر نہ بنے یا زخم بھرنے سے پہلے اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو شدید درد ہو سکتا ہے، جسے ڈرائی ساکٹ کہا جاتا ہے۔

انفیکشن: زخم کی جگہ پر انفیکشن ہو سکتا ہے، جس کے علاج کے لیے اینٹی بائیوٹکس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

اعصابی نقصان: اگر دانت کے قریب موجود اعصاب متاثر ہوں تو زبان، ہونٹ یا ٹھوڑی میں سن ہونے یا جھنجھناہٹ کا احساس ہو سکتا ہے۔ عموماً یہ کیفیت وقت کے ساتھ بہتر ہو جاتی ہے، لیکن بعض اوقات کئی ہفتوں یا مہینوں تک برقرار رہ سکتی ہے۔

☆......☆

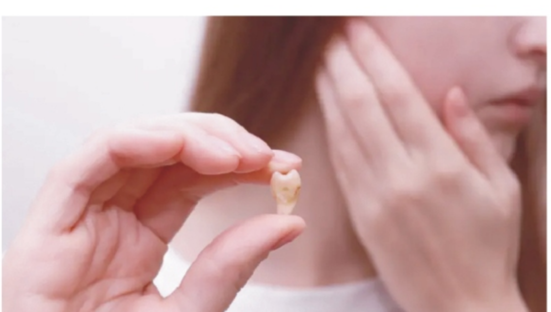

شام کے سائے تلے

تحریر: بسمیٰ راحت

(قسط نمبر 114)

......گذشتہ قسط کا آخری پیراگراف)

’’بکواس مت کر...یہ بتا کیا واقعی خالد نے تیرے ذہن میں کوئی جگہ پالی ہے۔‘‘

’’میرے دماغ میں اتنا بڑا بھیجہ ہے کہ کسی اور چیز کی گنجائش قطعی نہیں ہے۔ندرت صاحبہ اس لئے کسی اور شئے کا میرے ذہن میں جگہ پانا ممکن نہیں ہے، بس ایسے ہی سوچا تھا کہ مشورہ کرلوں تجھ سے۔‘‘ثناء نے اکڑ کر کہا۔

ندرت اسے بغور دیکھتی رہی،اس نے اپنا مسئلہ ثناء کے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، بہرحال دونوں سر جوڑے بیٹھی رہیں،ندرت نے تو فیصلہ کردیا تھا کہ اگر شادی کرنی ہی ہے تو خالد سے اچھا اور کوئی نوجوان نہیں ہوسکتا، نہ کرنی ہو تو اسے صاف صاف جواب دے دیا جائے۔

’’یار پہلے اس سلسلے میں حالات کا جائزہ لے لیا جائے، ویسے ایمان سے بالکل سچ کہہ رہی ہوں شادی وغیرہ کرنے کا تو تصور بھی میرے ذہن میں نہیں آتا،لیکن یہ ماں باپ نجانے کیوں بیٹیوں کی جان کے لاگو ہوجاتے ہیں لڑکیاں ذرا بڑھیں اور ان پر مصیبت سوار ہوگئی کہ اب شادی کرو، بہرحال اس مسئلے کا حل مجھے ہی تلاش کرنا ہوگا۔‘‘ ثناء پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

(آگے پڑھیئے)

تفسیر شہاب کا جگری دوست تھا، اگر اسے اسٹیشن پر ریسیو نہ کیا جاتا تو بگڑ جاتا، اس لئے نجانے کتنے عرصے کے بعد شہاب نے ریلوے اسٹیشن پر قدم رکھا تھا۔سیاہ چادر گیٹ سے نکلی،ٹکٹ چیکر جگہ چھوڑ چکا تھا اس لئے گیٹ خالی پڑا تھا

چار پانچ دن تو اسی انتظار میں گزر گئے کہ ثاقب کی صورت نظر آئے،لیکن جب چھٹا اور پھر ساتواں دن بھی گزر گیا تو ردا کو شدید حیرت ہوئی، خیردین نے یہی کہا تھا کہ اب ثاقب اسے نظر نہیں آئے گا،اس سلسلے میں خیردین نے الٹی سیدھی باتیں کہی تھیں جن پر ردا کو خود بھی یقین نہیں آیا تھا، خیردین جس ٹائپ کا انسان تھا کسی کو قتل کرنے کا تصور تو اس کے ساتھ وابستہ کیا ہی نہیں جاسکتا تھا،لیکن پھر وہ کونسی ایسی ترکیب تھی جس کے تحت خیردین نے ثاقب کو اس کی زندگی سے نکال دیا،حقیقت یہ تھی کہ ثاقب کے مل جانے سے ردا کو اپنی سانس گلے میں اٹکتی محسوس ہوتی رہی، ان دنوں جب ثاقب اس سے ملاقاتیں کررہا تھا اور اسے طرح طرح کی دھمکیاں دے رہا تھا ردا کو یوں محسوس ہونے لگا تھا کہ اس کی وہ خوشگوار زندگی جس کی ابھی ابتداء ہی ہوئی ہے اب اختتام کو پہنچنے والی ہے اور کوئی بھی دن ایسا آجائے گا جب اسے اس کوٹھی سے ہی نکلنا پڑ جائے گا، اگر ثاقب کے قدم یہاں تک پہنچ گئے تو پھر اس کوٹھی میں رکنا ایک دن بھی ممکن نہیں ہوگا، ثاقب کی بے غیرت فطرت سے وہ اچھی طرح واقف تھی، ثاقب کو اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ ردا کس حیثیت سے یہاں رہتی ہے، وہ صرف اور صرف رقم حاصل کرنے کے چکر میں پڑ جائے گا اور یہاں ظاہر ہے ردا کو اپنی حیثیت سنبھالنا مشکل ہوجائے گا،لیکن خیردین انسان ہے یا جن، آخر اس نے کونسا ایسا چکر چلایا جس کی بناء پر ثاقب گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوگیا، ردا اکثر تنہائی میں خیردین کے بارے میں سوچنے لگتی تھی اب اسے اس بات پر تو کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ خیردین درحقیقت وہ نہیں ہے جو نظر آتا ہے اس کی ذات میں کوئی بہت ہی گہری بات پوشیدہ ہے کئی بار اس کے ذہن میں عجیب وغریب قسم کے خیالات بھی آئے، خیردین اگر اتنا تعلیم یافتہ ہے تو پھر اس کوٹھی میں ایک گھٹیا سے ملازم کی حیثیت کیوں اختیار کئے ہوئے ہے،اس کے پس پردہ کوئی ایسی بات تو نہیں جو اس کوٹھی میں رہنے والوں کے لئے خطرناک ہو،لیکن اس بات کا اظہار بھی ردا کے لئے گناہ عظیم تھا، خیردین اس کا ہمدرد تھا بلکہ اب تو یہ احساس ہوتا تھا کہ اگر کئی اہم موقعوں پر خیردین اس کی مدد نہ کرتا تو نجانے اس کی کیا کیفیت ہوتی، ردا پر آخری احسان اس نے ثاقب سے نجات دلا کر کیا تھا، ایسے شخص کے بارے میں اگر کسی پر یہ اظہار کیا جائے کہ اس کی اصلیت وہ نہیں ہے جو وہ ظاہر کرتا ہے اور خیردین کو اس کا علم ہوجائے تو وہ اپنے دل میں ردا کے بارے میں کیا سوچے گا،لیکن ردا پریشان بھی تھی، خیردین اپنے آپ کو کیوں چھپائے ہوئے تھا۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ خیردین ہی سے اس موضوع پر گفتگو کی جائے، اس سے پہلے خیردین سے یہ بات ہوچکی تھی لیکن اس کے جواب میں اس نے یہی کہا تھا کہ اگر ردا اسے اپنے بارے میں کچھ بتانے پر تیار نہیں ہے تو اس کے بارے میں کیوں پوچھنا چاہتی ہے، بات وزن دار تھی، ردا نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا لیکن اب اس کے بعد اسے برداشت نہیں ہورہا تھا نجانے کیوں بار بار اس کے ذہن میں خیردین کا خیال آچکا تھا اور نجانے کیا کیا احساسات اس کے ذہن میں پرورش پارہے تھے، خیردین کے معمولات جوں کے توں تھے وہ زیادہ تر دادی اماں کے پاس رہتا تھا، کسی کی برائی میں اس نے کبھی کوئی حصہ نہیں لیا تھا بلکہ اب تو وہ کوٹھی کے تقریباً تمام ہیا افراد کا منظور نظر تھا، اکثر عارفہ خالہ بلکہ طفیلی بیگم بھی اسے اپنے کاموں کے لئے یاد کرلیا کرتی تھیں۔حالانکہ رشید سے خیردین کی نہیں بنتی تھی لیکن یہ جھگڑا طفیلی بیگم کے کانوں تک نہیں پہنچ سکا تھا، خیردین کو تلاش کرنا مشکل کام نہیں ہوا، ثناء اور ندرت کے معمولات تو ردا کے علم میں تھے ہی، ردا نے اپنے طور پر خیردین سے ایک بار پھر رابطہ قائم کیا اور اسے اپنے کمرے میں طلب کرلیا، اس دن کے بعد سے آج تک خیردین نے ردا کے کمرے میں قدم نہیں رکھا تھا،لیکن آج جب ردا نے اسے بلایا تو وہ حسب معمول سادہ سی صورت بنائے اس کے کمرے میں پہنچ گیا ردا اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی۔

’’کک...کوئی چیز چوری ہوگئی آپ کے کمرے سے ردا بی بی‘‘خیردین نے سوال کیا۔

’’بیٹھ جاؤ۔‘‘ ردا بولی اور خیردین پھسکڑا مار کر زمین پر بیٹھ گیا۔

’’دیکھو خیردین! جھگڑا ہوجائے گا تم سے، جبکہ میں کسی سے لڑنے کی عادی نہیں ہوں‘‘ردا نے برا ماننے والے انداز میں کہا۔

’’جی ردا بی بی، جو غلطی ہوگئی ہو بتا دیں معافی مانگ لیں گے‘‘خیردین بولا۔

’’اوپر بیٹھو،کم از کم میرے سامنے اس قسم کی اداکاری مت کیا کرو؟‘‘

’’اداکاری، وہ بی بی جی ہمیں اداکاری کہاں آتی ہے جی، اداکار تو بہت بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں، اپنے آپ کو چھپانے کے لئے نجانے کیا کیا کرتے ہیں وہ...خیردین ولد بشیر دین تو ایک سیدھا سادہ سا انسان ہے۔‘‘

’’جی ہاں آپ جس قدر سیدھے ہیں میں آپ کو اچھی طرح پہچان چکی ہوں۔‘‘

’’بس جی آپ کی مہربانی ہے ورنہ خیردین کس قابل ہے۔‘‘

’’اب فضول باتیں ترک کروگے یا نہیں

’’کمال ہے جی ہم تو اچھی باتیں کرنے کے بعد بھی فضول ہی کہلاتے ہیں۔‘‘

’’یہ بتاؤ تم نے ثاقب کا کیا کیا؟‘‘

’’وہ جی اب تو گل کر تیار بھی ہوچکا ہوگا چکھیں گی آپ؟‘‘

’’میں ثاقب کے بارے میں پوچھ رہی ہوں؟‘‘ ردا نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

’’ہم بھی اسی کے بارے میں آپ کو بتا رہے ہیں ردا بی بی جی، اچار ڈال دیا تھا ہم نے اس کا بس تھوڑا سا سرکہ، نمک اور ایسی ہی کچھ چٹپٹی چیزیں ایک مرتبان میں ڈال کر ثاقب کو نہلا دھلا کر اس میں ڈال دیا روزانہ دھوپ میں رکھ دیتے ہیں‘‘خیر دین نے جواب دیا اور ردا غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

’’اچھی بات ہے مت بتاؤ، میں بھی تم سے ناراض ہوجاؤں گی‘‘ خیردین ردا کی صورت دیکھنے لگا، ایک لمحے کے لئے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی تھی، لیکن پھر وہ سنجیدہ ہوگیا، چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

’’کم از کم اتنا تو بتادیں ردا بی بی، کہ آپ ہم سے یہ انداز کس حیثیت سے اختیار کرتی ہیں، گھر کے نوکر کی حیثیت سے یا دوست کی حیثیت سے، آپ نے کہا تھا کہ آپ نے ہمارا شمار دوستوں میں کیا ہے؟‘‘

ردا بھی سنجیدہ ہوگئی، اس نے آہستہ سے کہا’’خیردین اگر تم نوکر ہوتو اس کے کوٹھی کے احسان صاحب کے، ثناء کے، میری حیثیت سے تو تم اچھی طرح واقف ہو، میں بھلا تمہیں نوکر کیسے سمجھ سکتی ہوں؟‘‘

’’تو پھر کھل کر کیوں نہیں کہتیں کہ دوست سمجھتی ہیں آپ مجھے۔‘‘

’’ہاں خیردین، جب میں نے اپنا مسئلہ تمہارے سامنے پیش کیا تھا تو تمہارے وہی الفاظ میرے لئے رہبر بنے تھے اور میں نے انہی کی روشنی میں تم سے اپنی مصیبت بیان کی تھی۔‘‘

’’دوستی کے بھی کچھ درجے ہوتے ہیں ردا بی بی کچھ دوست عارضی طور پر بنالئے جاتے ہیں کچھ ایسے ہوتے ہیں جن پر اعتماد کرلینے کو جی چاہتا ہے، اور جی ہی کے حوالے سے ان پر اعتماد کرلیا جاتا ہے لیکن دوستی کی کوئی نہ کوئی منزل تو ضرور ہوتی ہے بی بی، آپ ہمیں یہ بتا دیجئے کہ ہم کونسی منزل میں ہیں؟‘‘ ردا نے ایک بار پھر حیران نگاہوں سے خیردین کو دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

’’خیردین اس کوٹھی میں میں جس طرح پہنچی تھی تمہیں یقیناً اس کا علم ہوچکا ہے ایک بہت اچھی مخلص دوست ثناء ہے، جس کے رویے سے یہ ظاہر ہوچکا ہے کہ وہ مجھ پر رحم کھا کر نہیں بلکہ خالص دوستانی بنیاد پر مجھے یہاں لائی تھی، اور اس کے بعد سے آج تک اپنی دوستی نبھا رہی ہے، میں درحقیقت کسی بھی طرح اس کی دوستی کے قابل نہیں ہوں، ہاں اگر میں نے تمہیں اپنے دوست کا درجہ دیا تو اس کی بنیاد یہ ہے خیردین کہ تم میری سطح کے انسان ہو اور اپنی سطح کے انسانوں سے زیادہ کھل کر بات کی جاسکتی ہے۔‘‘

’’لیکن معاف کیجئے گا ردا بی بی، آپ نے تو مجھے اپنا دوست بنالیا لیکن خود میری دوست نہیں بن سکیں۔‘‘

’’تم کہنا کیا چاہتے ہو خیردین؟‘‘

’’یہی کہ مجھے کسی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے میں تو آپ کا، آپ کی سطح کا دوست ہوں ردا بی بی مجھ سے آپ کو کیا خطرہ پیش آسکتا ہے آپ مجھے اپنے بارے میں کیوں نہیں بتاتیں۔‘‘

’’خیردین کیا دوستی کسی ایسے جذبے سے بے نیاز ہوکر نہیں کی جاسکتی،تم آخر میرے بارے میں کیوں جاننا چاہتے ہو؟‘‘

’’صرف اس لئے ردا بی بی کہ چاروں طرف سے آپ کے گرد ایک حصار قائم کردوں اتنا محفوظ کردوں آپ کو کہ آپ عدم تحفظ کے احساس سے عاری ہوجائیں، آپ کو یوں محسوس ہو کہ آپ ایک فولادی خول میں بند ہیں اور یہ فولادی خول میں اپنی ذات کو بنانا چاہتا ہوں اور اس کے لئے ااپ کے بارے میں جان لینا بے حد ضروری ہے۔‘‘

ردا چونک کر خیردین کو دیکھنے لگی تھی، خیردین کا چہرہ اس وقت پھر بدل گیا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک تھی اس کے ہونٹ عجیب سے انداز میں کپکپا رہے تھے اور نجانے کیوں ردا کو یہ چمکتی آنکھیں اور کپکپاتے ہونٹ بے حد عجیب محسوس ہوئے۔

اسے خیردین اس وقت بہت ہی اچھا لگا تھا، کافی خوبصورت تھا وہ، اگر اپنا حلیہ بگاڑے نہ رہتا، آنکھوں میں کاجل نہ ہوتا اور چہرے کے انداز میں ایسی احمقانہ کیفیت شامل نہ ہوتی تو اسے ایک حسین نوجوان کہا جاسکتا تھا، چوڑے چکلے بدن کا مالک، شاندار شکصیت جو اس سے ان الفاظ میں باتیں کررہی تھی، اس کے ہونٹوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ بکھر گئی اس نے آہستہ سے کہا۔

’’خیردین مجھے کچھ وقت بھی نہیں دوگے، اس کے انداز میں ایسی یگانگت ایسی اپنائیت تھی کہ خیردین چونک کر سنبھل گیا۔

’’لو جی، آپ نے خیردین ولد بشیر دین چک نمبر اٹھارہ ضلع گوجرانوالہ کو اتنا ہی تنگ دل سمجھ رکھا ہے ایسے لہجے میں کہ بات کرکے جی آپ ساری زندگی ہمیں کچھ نہ بتائیں تب بھی ہم نہ پوچھیں گے آپ کے بارے میں۔‘‘

’’او جی ٹھیک ہے جی، نہیں پوچھیں گے اپنے دل کو سمجھا لیں گے، اور کہہ دیں گے ہم تو دل سے ردا بی بی کے دوست ہیں پر انہیں کچھ وقت لگے گا، ٹھیک ہے جی ٹھیک ہے آپ ہمیں ہمارا کام بتائیں۔‘‘خیردین نے سادہ انداز میں کہا۔

’’کام‘‘ ردا چونک پڑی۔(جاری ہے)

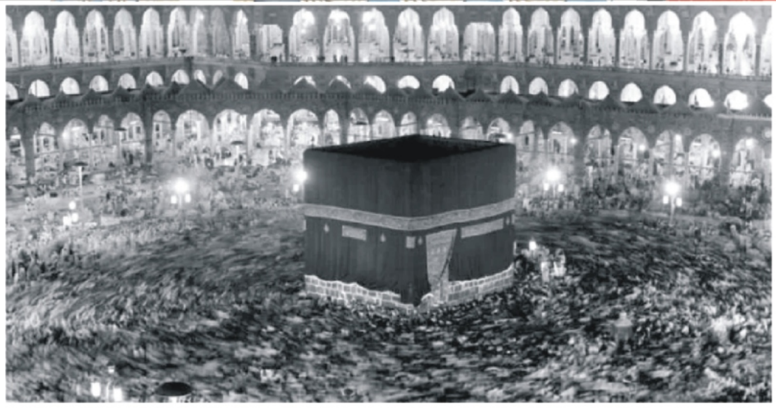

خانہ کعبہ کا دو ہفتوں تک جاری رہنے والا محاصرہ اور سینکڑوں زائرین کی ہلاکت

1979ء کی علی الصبح، جب دنیا بھر سے آئے تقریباً 50 ہزار مسلمان خانہ کعبہ کے احاطے میں فجر کی نماز ادا کرنے کے لیے جمع تھے۔عینی شاہدین نے مسجد الحرام میں کیا دیکھا تھا؟

جیسے ہی امام کعبہ نے فجر کی نماز پڑھائی، جہیمان اور اُن کے پیروکاروں نے انھیں ایک طرف دھکیل دیا اور لاؤڈ سپیکر کا کنٹرول سنبھال کیا۔جہیمان سعودی نیشنل گارڈ میں سپاہی تھے۔اور مسجد الحرام پر قبضے کی تیاریوں کے دوران اُن کی فوجی تربیت نے اہم کردار ادا کیا تھا

یہ20 نومبر1979 کی علی الصبح کی بات ہے جب دنیا بھر سے آئے تقریباً50 ہزار مسلمان خانہ کعبہ کے احاطے میں فجر کی نماز ادا کرنے کے لیے جمع تھے۔ان 50 ہزار افراد میں200 آدمیوں کا ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا جن کی قیادت ایک40 سالہ مبلغ جہیمان بن محمد بن سیف العتیبی کر رہے تھے۔جیسے ہی امام کعبہ نے فجر کی نماز پڑھائی، جہیمان اور اُن کے پیروکاروں نے انھیں ایک طرف دھکیل دیا اور لاؤڈ سپیکر کا کنٹرول سنبھال کیا۔یہ گروہ اپنے ہمراہ چند بند تابوت بھی لایا تھا جس کا مقصد وہاں موجود سکیورٹی عملے یا افراد کو یہ ظاہر کرنا تھا کہ نماز فجر کے بعد تابوتوں میں موجود میتوں کی نماز جنازہ ادا کی جانی ہے۔

لیکن لاؤڈ سپیکر پر قبضے کے بعد جب تابوت کھولے گئے تو اُن کے اندر ہتھیار تھے جو جلدی سے جہیمان کے ساتھ موجود 200افراد میں تقسیم کردیے گئے تھے۔

لاؤڈ سپیکر پر قبضہ کرنے والے ایک شخص نے فوراً ایک تحریری خطبہ پڑھنا شروع کردیا اور اعلان کیا کہ مسلم امہ جس مہدی کی منتظر ہے وہ آچکے ہیں جو اب ظلم او جبر کا خاتمہ کر کے عدل وانصاف پر مبنی حکومت قائم کریں گے۔

یہ اعلان مسجد الحرام میں موجود زائرین کے لیے انتہائی غیر معمولی تھا۔اسلامی تاریخ کے حوالوں کے مطابق جن امام مہدی کی دنیا میں آنے کی بشارت دی گئی ہے اُن کے بارے میں روایت ہے کہ اُن کا ظہور قرب قیامت یعنی قیامت کے قریب ہوگا اور وہ اپنے آنے کے بعد ظلم کا خاتمہ کردیں گے اور سچ غالب آجائے گا۔لاؤڈ سپیکر کے ذریعے یہ خطبہ دینے والے شخص کا نام خالد ال یامی تھا، جہیمان العتیبی کے پیروکار تھے۔انھوں نے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے مزید بتایا کہ ایسی بہت سی نشانیاں پوری ہو چکی ہیں جو (اسلامی روایات کے مطابق) مہدی کے ظہور سے قبل رونما ہونی تھیں۔انھوں نے یہ بھی کہا کہ وہ مہدی جن کا انتظار کیا جارہا تھا وہ آچکے ہیں اور اُن کا نام محمد بن عبداللہ القحطانی ہے۔اس خطبے کی آڈیو ریکارڈنگ میں اس گروہ کے رہنما جہیمان کو بھی سُنا جاسکتا ہے، جو خالد ال یامی کو اس اعلان کے دوران کئی بار روکتے ہوئے اپنے آدمیوں کو مسجد الحرام کے دروازے بند کرنے اور مسجد کے میناروں پر سنائپرز (ماہر نشانہ باز) تعینات کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

جہیمان نے اپنا اعلان شروع کرتے ہوئے کہا کہ 'بھائیو، الرٹ رہو۔۔احمد اللیبی آپ چھت پر پوزیشن سنبھال لیں، اگر دروازے پر کوئی مزاحمت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے گولی مار دو۔' اس واقعے کے چشم دید گواہوں کے بیانات کے مطابق اس کے بعد جہیمان 'مہدی' کی بیعت کرنے والے پہلے شخص بن گئے اور پھر انھوں نے اپنے پیروکاروں کو بھی بیعت کرنے کا حکم دیا۔اس موقع پر اس گروہ کے افراد نے با آواز بلند نعرہ بلند کیا 'اللہ اکبر'۔

مصر سے تعلق رکھنے والے عبدالمنعم سلطان بھی کعبہ کا محاصرہ کیے جانے کے موقع پر وہاں موجود مجمعے میں موجود تھے۔اس وقت وہ طالبعلم تھے اور نوجوان تھے۔انھوں نے یاد کرتے ہوئے بتایا کہ وہ بڑا عجیب وغریب منظر تھا۔ان کے مطابق اس وقت مسجد الحرام میں بہت سے ایسے غیر ملکی زائرین بھی موجود تھے جو عربی نہیں سمجھ سکتے تھے اور انھیں بالکل سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہورہا تھا۔

مسجد الحرام میں موجود تمام زائرین مسلح افراد اور اُن کی رائفلوں سے نکلنے والی گولیوں کی آوازیں سُن کر دنگ رہ گئے کیونکہ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید نے مسجد الحرام میں کسی بھی طرح کے تشدد اور خون ریزی کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔اسی اثنا اور کنفیوژن کے دوران مسجد الحرام میں موجود چند نمازی دروازے بند ہونے سے قبل وہاں سے بھاگ نکلے۔اس واقعے کے عینی شاہد عبدالمنعم کا کہنا ہے کہ لوگ 'مسلح افراد کو مسجد الحرام میں دیکھ کر حیران رہ گئے، کیونکہ یہ منظر انتہائی غیر معمولی تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وہاں موجود افراد اس منظر سے خوفزدہ ہوگئے تھے۔' ایک گھنٹے کے اندر مسلح افراد نے مسجد کا کنٹرول سنبھال لیا۔یہ ایک ایسی صورتحال تھی جس نے سعودی حکام کو ایک بڑے چیلنج سے دوچار کردیا تھا۔

یہ وہ دور تھا جب تیل کی فروخت سے ہونے والی آمدن کی وجہ سے سعودی معاشرہ آہستہ آہستہ پرتعیش طرز زندگی کی طرف جارہا تھا۔سعودی عرب میں کاروں اور برقی آلات کی خریداری عام ہوگئی، بادشاہت آہستہ آہستہ ایک سول ریاست میں تبدیل ہورہی تھی اور سعودی عرب کے کچھ علاقوں میں عوامی مقامات پر مردوں اور عورتوں کو میل جول کی آزادی میسر آرہی تھی۔خانہ کعبہ پر قبضہ کرنے والے اس گروہ کے سربراہ جہیمان بن محمد بن سیف العتیبی کا تعلق ساجر شہر سے تھا، جو سلطنت سعودی عرب کے مرکز میں ایک بدو علاقہ ہے۔

جہیمان العتیبی کون تھے؟

صحرا میں آگ کے ارد گرد رات کے کھانے کے سیشن کے دوران اور اپنے کارکنوں کے گھروں میں منعقد ہونے والی محفلوں میں جہیمان اپنے نظریات میں تبدیلی کے بارے میں بات کرے تھے اور اپنے نظریات کا پرچار بھی۔ اسامہ القوسی، جوان محفلوں میں شریک ہوئے تھے، نے بتایا کہا کہ جہیمان نے انھیں 'منشیات کی سمگلنگ سمیت غیر قانونی تجارت' میں اپنے ملوث ہونے کے بارے میں اعتراف کرتے ہوئے بتایا تھا کہ بعدازاں ان کی زندگی بدلی اور انھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کرلی اور ایک مذہبی رہنما بن گئے۔کچھ عرصے میں سلفی نظریات رکھنے والے بہت سے لوگ بالخصوص نوجوان اُن کے پیروکار بن گئے۔

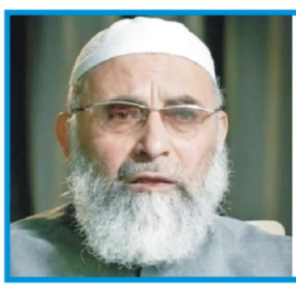

میتوالی صالح ایسے افراد میں شامل ہیں جو جہیمان کی شخصیت سے واقف ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ وہ بہت مضبوط اور پرعزم شخصیت کے مالک تھے۔ان کے مطابق جہیمان نے اپنا سب کچھ خدا کے لیے وقف کرنے کا اعلان کردیا تھا اور وہ دن رات اسی مقصد کے لیے کام کرتے تھے۔ان کے ایک پیروکار ناصر الہیثمی کا کہنا ہے کہ جہیمان کی تعلیم مذہب تک ہی محدود تھی اور وہ سعودی عرب کے اُن الگ تھلگ اور دیہی علاقوں میں جانے کے خواہشمند ہوتے تھے جہاں بدو بستے تھے۔اُن کے مطابق اگرچہ جہیمان کا کلاسیکل عربی کا لہجہ کمزور تھا مگر بدو قبائل میں بولے جانے والی عربی کا لہجہ بہت مضبوط تھا اس وجہ سے وہ پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے بات کرنے سے اجتناب کرتے تھے تاکہ ان کا پردہ چاک نہ ہوجائے۔

جہیمان سعودی نیشنل گارڈ میں سپاہی تھے۔اور مسجد الحرام پر قبضے کی تیاریوں کے دوران اُن کی فوجی تربیت نے اہم کردار ادا کیا تھا۔یہ وہ وقت تھا جب جدیدیت کے خلاف آواز اٹھانے والے سلفی گروہ سعودی حکام کے ساتھ تنازع میں ملوث ہو چکے تھے، اور اس کے نتیجے میں یہ گروہ سعودی حکام کے زیر عتاب آرہے تھے۔

سعودی حکام کی سلفیوں کے خلاف جاری کارروائیوں سے بچنے کے لیے جہیمان صحرا کی طرف فرار ہو گئے اور اس دوران انھوں نے متعدد پمفلٹس شائع کیے جن میں انھوں نے شاہی خاندان پر تنقید کی اور کہا کہ شاہی خاندان اندر سے کھوکھلا ہوچکا ہے۔

انھوں نے سعودی علما پر دنیاوی فائدوں کے عوض شاہی خاندان سے ملی بھگت کرنے کا الزام عائد کیا۔اُن کا اس بات پر پختہ یقین تھا کہ آل سعود 'بدعنوان' ہوچکے ہیں اور یہ کہ اب صرف خدائی مداخلت ہی مسلمانوں کو نجات دلاسکتی ہے۔اور اسی دورانیے میں جہیمان نے اعلان کردیا کہ انھوں نے اس 'مہدی' کو پالیا ہے جن کا انتظار کیا جارہا ہے اور وہ مہدی محمد بن عبداللہ القحطانی ہیں جو ایک نرم گو نوجوان مبلغ ہیں اور وہ اپنے حسن اخلاق، عزم اور شاعری سے محبت کی وجہ سے سعودی معاشرے میں شہرت رکھتے ہیں۔

اسلامی روایتوں میں بتایا گیا ہے کہ امام مہدی کی پیشانی چوڑی ہوگی جبکہ اُن کی ناک پتلی اور نوکیلی ہوگی۔جہیمان کے مطابق انھوں نے یہ سب نشانیاں القحطانی میں دیکھی ہیں۔القحطانی نے اس متعلق حتمی دعوے سے قبل استخارہ بھی کیا تھا۔القحطانی بعد میں جہیمان کی باتوں سے قائل ہو گئے کہ وہی مہدی ہیں اور انھوں نے بطور نجات دہندہ اپنا کام شروع بھی کردیا۔جہیمان اور القحطانی کے تعلقات میں مزید مضبوطی اُس وقت ہوئی جب القحطانی نے اپنی چھوٹی بہن کی شادی جہیمان سے کردی۔جہیمان کی یہ دوسری بیوی تھیں۔

خانہ کعبہ کے محاصرے سے کئی ماہ قبل مکہ کے سینکڑوں باشندوں اور حجاج کرام میں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ انھوں نے القحطانی کو خواب میں دیکھا ہے، جو مسجد الحرام میں اسلام کا جھنڈا اٹھائے باوقار انداز میں کھڑا تھے۔جہیمان کے پیروکار

اس بات کے قائل تھے۔ متیوالی صالح کہتے ہیں کہ ’مجھے آخری ملاقات یاد ہے جب ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ ’آپ مہدی کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ میں نے کہا کہ براہ مہربانی اس متعلق بات نہ کریں، پھر ان میں سے ایک نے کہا، ’تم ایک گونگے شیطان ہو۔ میرا بھائی المہدی حق ہے اور وہ محمد بن عبداللہ القحطانی ہے۔‘

واقعات کیسے رونما ہوئے؟

سعودی حکام کے سلفیوں کے خلاف ایکشن سے بچنے کے لیے دور دراز کے علاقوں میں پناہ لیے ہوئے جہیمان اور ان کے پیروکاروں نے مسلح تصادم کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ ان کی جانب سے کعبے کے محاصرے سے ردعمل میں سعودی قیادت کی جانب سے سامنے آنے والے ردعمل کو ڈھیلا ڈھالا قرار دیا گیا تھا۔ جس وقت مسجد الحرام میں اس حملے کا آغاز ہوا اُس وقت ولی عہد شہزادہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود تیونس میں ہونے والے عرب سربراہی اجلاس میں شریک تھے۔ اور شہزادہ عبداللہ، جو نیشنل گارڈ کے کمانڈر تھے اور مراکش میں شہزادوں اور رہنماؤں کی حفاظت کے ذمہ دار تھے T نے سارا معاملہ شاہ خالد، جن کی صحت خراب تھی، اور اس کے وزیر دفاع شہزادہ سلطان پر چھوڑ دیا۔ سعودی پولیس کو پہلے تو اس مسئلے کی گہرائی کا احساس نہیں ہوا اور اس نے دو ریسکیو گاڑیاں جائے وقوعہ کی جانب روانہ کر دیں۔ جیسے ہی پولیس کی یہ گاڑیاں مسجد الحرام کے قریب پہنچیں تو اُن پر محاصرہ کرنے والوں کی جانب سے اندھا دھند فائرنگ کر دی گئی۔

جب صورتحال کی سنگینی واضح ہو گئی تو نیشنل گارڈ یونٹ نے مسجد الحرام کا انتظام دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔

اس وقت جدہ میں امریکی سفارت خانے میں سیاسی محقق مارک ہیمبلی ان چند مغربی سفارت کاروں میں شامل تھے جو اس واقعے کے بارے میں واقفیت رکھتے تھے۔ اُن کا کہنا ہے کہ محاصرہ ’جرات اور بے ہودگی‘ دونوں کی علامت تھا۔ ان کے مطابق ’سنائپرز کے پاس بہت اچھے ہتھیار تھے اور بیلجیئم میں تیار کردہ رائفلیں بھی تھیں۔‘ یہ واضح ہو گیا کہ محاصرہ کرنے والے عناصر نے اس طرح منصوبہ بندی کر رکھی تھی کہ انھیں آسانی سے منتشر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام کے اردگرد حفاظتی حصار نافذ کر دیا گیا تھا اور خصوصی دستے، سکیورٹی اہلکار اور مسلح یونٹ تعینات کر دیے گئے۔

اس دن خانہ کعبہ کے اندر پھنسے عبدالمنعم سلطان کا کہنا ہے کہ جھڑپیں محاصرے کے دوسرے دن دوپہر کو ہوئیں۔ ان کے مطابق ’میں نے توپ خانے کے گولے میناروں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھے، میں نے ہیلی کاپٹر کو مسلسل آسمان پر منڈلاتے دیکھا، اور میں نے جنگی طیارے بھی دیکھے۔‘

مسجد الحرام ایک بہت بڑی عمارت تھی، جس میں سیکڑوں میٹر لمبی راہداری تھی، اس وقت یہ عمارت دو منزلہ تھی۔ محاصرے کے بعد دو دنوں میں سعودی افواج نے حرم کے داخلی راستے پر دوبارہ کنٹرول حاصل کرنے کے لیے حملے شروع کر دیے۔ لیکن جہیمان اور اس کے پیروکار یکے بعد دیگرے ان حملوں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو گئے، باوجود اس کے کہ ان کے پاس ہتھیار ختم ہو رہے تھے اور حملہ آوروں کی تعداد بہت کم تھی۔ عبدالمنعم کا کہنا ہے کہ اُس دن جب کعبہ کے قریب اُن سے ملاقات ہوئی تو جہیمان بہت پُراعتماد اور پُرسکون نظر آئے۔ ان کے مطابق ’وہ آدھے گھنٹے یا 45 منٹ تک سوتے رہے، میری ٹانگ پر اپنا سر رکھ کر سوتے رہے جبکہ ان کی بیوی ان کے ساتھ کھڑی تھیں۔‘ جہیمان کے پیروکاروں نے قالینوں اور ربڑ کے ٹائروں کو آگ لگا دی تا کہ دھوئیں کے بادل اٹھیں اور وہ ستونوں کے پیچھے چھپ گئے۔ اب یہ پناہ گاہ میدان جنگ میں تبدیل ہو گئی تھی اور ہلاکتوں کی تعداد تیزی سے سینکڑوں تک پہنچ گئی۔

اس وقت وزارت داخلہ کے سپیشل فورس کے کمانڈر میجر محمد النوفی کا کہنا ہے کہ یہ صورتحال ’دو فریقین کے درمیان ایک محدود جگہ پر لڑائی کی صورتحال جیسی تھی جس میں ناقابل یقین حد تک گولیاں بائیں اور دائیں طرف سے چل رہی تھیں۔ وہ سب ناقابل یقین تھا۔‘ اس موقع پر سعودی علما کی جانب سے ایک فتویٰ جاری کیا گیا جس میں سعودی فوج کو حرم پر قبضہ کرنے والے عسکریت پسندوں کو شکست دینے کے لیے ہر طرح کی طاقت کے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی۔

جہیمان کے پیروکاروں کو شکست دینے اور انھیں میناروں سے پیچھے دھکیلنے کے لیے ٹینک شکن گائیڈڈ میزائل اور بھاری ہتھیاروں کا استعمال کیا گیا اور سپیشل فورسز کے ارکان نے گیٹ پر دھاوا بول دیا۔ عبدالمنعم سلطان کہتے ہیں کہ انھوں نے یہ سب دیکھا تھا کہ القحطانی کی آنکھوں کے نیچے دو ہلکے زخم تھے اور اُن کا لباس پھٹا ہوا تھا اور گولیوں کے سوراخوں سے پُر تھا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بغیر کسی تحفظ کے کہیں بھی ظاہر ہو سکتے تھے کیونکہ وہ آخر کار مہدی تھے۔‘ لیکن القحطانی کا گولیوں سے اپنی ذات کو حاصل استثنیٰ خام ثابت ہوا اور وہ جلد ہی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

اس موقع کے ایک اور عینی شاہد، جنھوں نے اپنی شناخت ظاہر کرنے سے انکار کر دیا، کا کہنا تھا کہ لوگ چیخنے لگے کہ ’المہدی زخمی ہو گئے، المہدی زخمی ہو گئے۔‘ اور ان میں سے کچھ نے بھاگ کر ان کی جان بچانے کی کوشش کی لیکن مسلسل گولیوں نے انھیں القحطانی تک پہنچنے سے روک دیا اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔ انھوں نے جہیمان کو المہدی کے زخمی ہونے کی اطلاع دی، جنھوں نے پھر اپنے پیروکاروں سے چلا کر کہا کہ ’ان پر یقین نہ کرو، وہ چھپے ہوئے ہیں۔‘

چھٹے دن سعودی افواج مسجد الحرام کے صحن اور اس کے آس پاس کی عمارتوں کو کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ لیکن جہ؟ مان کے باقی ماننے والوں نے اپنے آپ کو وہاں موجود بہت سے زیر زمین کمروں اور سیلوں میں بند کر رکھا تھا کیونکہ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ ان کے لیڈر یعنی ’مہدی‘ اب بھی حرم میں کہیں زندہ ہیں۔ ’لیکن وقت کے ساتھ ساتھ کھجور (ذخیرہ کردہ خوراک) بھی ختم ہونے لگی۔۔۔ وہ ایک خوفناک ماحول تھا، بالکل ویسے جیسے ہم کسی ڈراؤنی فلم میں ہوں۔‘

فرانسیسی امداد

یہ واضح ہو گیا کہ سعودی حکومت کو باغیوں کے رہنماؤں کو زندہ پکڑنے اور محاصرہ ختم کرنے میں مدد کی ضرورت تھی۔ انھوں نے فرانس کے صدر والری جسکار دایستان سمیت کئی حکومتوں سے مدد کی درخواست کی۔

سابق فرانسیسی صدر والری جسکار نے بتایا کہ ’سعودی عرب میں ہمارے سفیر نے مجھے بتایا کہ یہ واضح ہے کہ سعودی افواج غیر منظم ہیں اور وہ بحران سے نمٹنے کے لیے تربیت یافتہ نہیں ہیں۔‘ واضح رہے کہ سابق فرانسیسی صدر نے پہلی بار اس بحران کے حل میں فرانس کے کردار کی تصدیق کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ’سعودی حکومت کی کمزوری، اس کی تیاری کے فقدان اور تیل کی عالمی منڈی پر اس صورتحال کے ممکنہ نتائج کی وجہ سے یہ معاملہ میرے لیے خطرناک ثابت ہوا۔‘

فرانسیسی صدر نے نئے تشکیل شدہ انسداد دہشت گردی یونٹ سے منسلک تین مشیر خفیہ طور پر سعودی عرب بھیجے۔ مغربی مداخلت کے حوالے سے کسی بھی قسم کی تنقید سے بچنے کے لیے آپریشن کو خفیہ رکھا گیا تھا۔ فرانسیسی ٹیم طائف شہر کے ایک ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی، جہاں انھوں نے ’باغیوں سے نجات حاصل کرنے‘ کے لیے اپنا منصوبہ تیار کیا، جس کا مقصد ان تہہ خانوں کو خالی کروانا تھا جہاں حملہ آور پناہ لیے ہوئے ہوئے تھے۔

کیپٹن پال بریل، جو اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے ذمہ دار تھے، کا کہنا ہے کہ ’20 منٹ تک گڑھے کھود کر اُن کے ذریعے گیس تہہ خانوں میں پمپ کی گئی، جو جلد ہی تمام حصوں تک پھیل گئی۔‘ (باقی صفحہ 14 پر)

’یہ سواری ایک لحاظ سے مفت ہے‘

الیکٹرک سکوٹی جو پاکستانی خواتین میں تیزی سے مقبول ہوئی

’مجھے وہ دن یاد ہے جب میرے والد نے مجھے پہلی بار موٹر سائیکل چلانا سکھائی اور موڑ کاٹتے ہوئے میں نے توازن کھو دیا اور ِگر گئی۔‘ مگر اس حادثے کے باوجود صوبہ پنجاب کے شہر فیصل آباد سے تعلق رکھنے والی عرینہ سات سال قبل لیے گئے اپنے اس فیصلے پر انتہائی خوش ہیں کیونکہ اس سے ان کی زندگی بدل گئی۔ وہ یاد کرتی ہیں کہ ’جب میں پہلی مرتبہ ِگری تو میں نے دل برداشتہ ہو کر اپنے والد کو کہا کہ میں نے نہیں سیکھنی۔ اس پر انھوں نے مجھ سے کہا کہ ’بیٹا جو بھی کام شروع کرو، اسے ہمیشہ پورا کرو۔ اب اگر تم نے موٹر سائیکل سیکھنی شروع کی ہے تو اس کام کو بھی پورا کرو۔‘ عرینہ کہتی ہیں کہ والد کی بات پر عمل کرتے ہوئے ’آج مجھے سات سال ہو گئے ہیں اور اس سواری نے مجھے خود مختار بنایا ہے۔ میں کالج موٹر سائیکل پر جاتی تھی، پھر میں نے یونیورسٹی اور باقی روزمرہ کے کام اسی بائیک پر کیے۔ اب میں نوکری پر آنے جانے کے لیے بھی اسے ہی استعمال کرتی ہوں۔‘ اس کے بعد انھوں نے اپنی چھوٹی بہن سمیت دیگر کئی خواتین کو بھی سکوٹی چلانا سکھائی ہے۔ سات سال پہلے جب عرینہ سڑک پر بائیک لے کر نکلتی تھیں تو اس وقت ایک، دو خواتین ہی انھیں موٹر سائیکل چلاتے نظر آتی تھیں۔ مگر اب درجنوں لڑکیاں سکوٹیز چلاتی دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس سے ان سمیت کئی لڑکیوں کا حوصلہ بڑھا ہے۔

پاکستان میں موٹر سائیکلز کی خرید و فروخت کے اعداد و شمار کے مطابق سال 2026 کے پہلے چھ مہینوں میں الیکٹرک سکوٹیز کی فروخت میں اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ اس وقت پاکستان میں تقریباً 47 مختلف برانڈز کی کمپنیاں الیکٹرک سکوٹیز فروخت کر رہی ہیں۔

بائیک اور سکوٹی چلانے والی لڑکیاں

موٹر سائیکل ڈیٹا ریسرچ کے مطابق پہلے صارفین اگر الیکٹرک سکوٹر استعمال کرنا چاہتے تھے تو انھیں ایسی مصنوعات پاکستان کے باہر سے امپورٹ کرنا پڑتی تھیں۔ تاہم اب حکومت پاکستان نے ایک قومی حکمت عملی کا آغاز کرتے ہوئے پاکستان ایکسلریٹڈ وہیکل الیکٹریفیکیشن (PAVE) پالیسی کا آغاز کیا جس کے بعد الیکٹرک وہیکل کے استعمال میں اضافہ ہوا۔ اس کا مقصد کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج کو کم کرنا اور برقی نقل و حرکت کی طرف منتقلی کو تیز کرنا تھا۔ اس سکیم کے تحت الیکٹرک موٹر سائیکلوں اور آٹو رکشوں کی خریداری پر 20 فیصد تک سبسڈی فراہم کی گئی جبکہ بقیہ رقم کی ادائیگی کے لیے بلا سود فنانسنگ کی سہولت دی گئی۔ اس سے مینوفیکچررز اور صارفین دونوں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور ای وی برانڈز کی بڑھتی ہوئی تعداد، اس کی فروخت اور دستیابی میں نمایاں اضافہ ہوا۔

سکوٹی چلاتی لڑکیاں

’یہ سواری ایک لحاظ سے مفت ہے‘

سکوٹی چلانے والی زیادہ تر خواتین کے مطابق اس سے ان کی زندگیاں کافی حد تک تبدیل ہوئی ہیں۔ رابعہ کہتی ہیں کہ ’مجھے سکوٹی چلانا میرے شوہر نے سکھایا ہے۔ ایک تو اسے چلانا اور سیکھنا آسان تھا اور دوسرا میرے شوہر میرے بیٹے کے سکول سے کافی دور نوکری پر جاتے تھے۔ پہلے ہم نے اسے وین لگوا کر دی تھی لیکن کبھی وہ چھٹی کر لیتا تھا تو کبھی لیٹ ہو جاتا تھا جبکہ رکشہ ہمیں خاصا مہنگا پڑتا تھا۔‘ اس لیے انھوں نے کہا کہ تم سکوٹی لے لو، میں سکھا دوں گا۔ سکوٹی لینے کے بعد ہماری زندگی اچھے انداز میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی۔‘ ان کے مطابق ’میں نے اپنے بیٹے کو پک اینڈ ڈراپ کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کے کپڑوں کے برانڈ کا کاروبار بھی شروع کر دیا۔ اس کے لیے دکانوں پر جانا، سارا کام کرنا اور گھر کے بھی کاموں کے لیے میں نے سکوٹی استعمال کرنی شروع کر دی۔ اس سے نہ صرف میں خود مختار ہوئی بلکہ میں نے اپنا کاروبار بھی شروع کر لیا۔‘ رابعہ جیسی سینکڑوں خواتین ہیں جنھوں نے سکوٹی اس لیے خریدی کیونکہ اس سے ان کی زندگی میں سواری کی خود مختاری آئی ہے۔

زیادہ تر خواتین کا کہنا تھا کہ انھوں نے سکوٹی خریدنے کو ترجیح اس لیے دی کیونکہ ایک تو یہ با آسانی سیکھی جا سکتی ہے، دوسرا پیٹرول کے خرچے سے بچا جا سکتا ہے۔ ’ہم اسے بجلی پر چارج کرتے ہیں اور اب تو زیادہ تر گھروں میں سولر کی سہولت بھی موجود ہے۔ اس لیے یہ سواری ہمارے لیے ایک لحاظ سے مفت ہی ہے۔‘

سکوٹی چلاتی لڑکیوں کو کس قسم کے رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

لاہور سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کا کہنا ہے کہ لڑکیاں بڑی تعداد میں سڑکوں پر سکوٹی چلاتے ہوئے نظر آتی ہیں تاہم اس کے باوجود ’مرد اپنے ساتھ سکوٹی چلاتی ہوئی خاتون کو ایک مرتبہ مڑ کر ضرور دیکھتے ہیں۔‘ وہ لڑکیوں کو سڑکوں پر درپیش مسائل پر بات کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ’جب ہم سکوٹی چلا رہے ہوتے ہیں تو زیادہ تر مردوں کا دھیان اس بات پر ہوتا ہے کہ سڑک پر کوئی لڑکی ہم سے آگے نہ نکل جائے۔‘

ہمنا نے بھی اسی قسم کے رویوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ ’ویسے تو ہمیں چاہیے کہ سڑک پر گاڑی اور موٹر سائیکل چلاتے ہوئے تحمل کا مظاہرہ کریں۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم صبر نہیں کرتے ہیں۔‘ انھوں نے شکوہ کیا کہ ’ہم عورتوں کے بارے میں آرام سے یہ بات کر دیتے ہیں کہ وہ تو گاڑی ہو یا سکوٹی، خراب ہی چلاتی ہیں۔ لیکن ہم یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کسی اشارے پر آپ کھڑے ہیں تو وہاں سب سے زیادہ بے صبری کا مظاہرہ مرد حضرات کرتے ہیں۔ اشارہ بند بھی ہو گا تو بھی وہ فٹ پاتھ پر موٹر سائیکل چڑھا کر نکالنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی ایسی حرکت عورتوں کو کرتے دیکھا ہے؟‘

فیصل آباد سے تعلق رکھنے والی عائشہ کم عمر ہیں لیکن انھوں نے جووینائل لائسنس کے لیے اپلائی کیا ہوا ہے۔ ان کے مطابق ان کے گھر میں کوئی مرد موجود نہیں ہے جبکہ وہ اپنی تین بڑی بہنوں اور والدہ کے ساتھ رہتی ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ’میری بہنیں گھر سے زیادہ نہیں نکلتی ہیں۔ جبکہ گھر کے چھوٹے موٹے کاموں کے لیے میری والدہ کو جانا پڑتا تھا یا پھر وہ محلے کے کسی بچے کو کہتی تھیں۔ میں نے اپنی امی کو کہا کہ آپ مجھے سکوٹی لے دیں۔‘ ان کے مطابق ’پہلے تو وہ مان نہیں رہی تھیں لیکن پھر انھوں نے جب دیکھا کہ اب اتنی لڑکیاں سکوٹی چلا رہی ہیں تو وہ مان گئیں اور انھوں نے مجھے سکوٹی لے دی۔ اب گھر کے اور باہر کے سارے کام میں خود جا کر کرتی ہوں اور سکول جانے کے لیے بھی سکوٹی کا ہی استعمال کرتی ہوں۔‘

انھوں نے مزید بتایا کہ جب وہ سڑک پر جاتی ہیں تو انھیں کافی مسائل درپیش ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ان مسائل کا اپنے گھر میں ذکر نہیں کرتی ہیں۔ ’جب میں سکوٹی چلا رہی ہوتی ہوں اکثر لڑکے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ عجیب عجیب جملے کہہ کر چلے جاتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ اچھے کمنٹس بھی کرتے ہیں کہ شاباش بیٹا، تم بہت اچھی بائیک چلاتی ہو۔‘

پنجاب کے مختلف شہروں میں سکوٹی چلانے والی لڑکیاں ریلیاں کیوں نکال رہی ہیں؟

جہاں ایک طرف سکوٹی چلانے والی خواتین کو سڑک پر مختلف قسم کے ردعمل اور رویوں کا سامنا ہوتا ہے، وہیں دوسری جانب انھیں سوشل میڈیا پر بھی ملے جلے ردعمل کا سامنا ہے۔ کئی خواتین نے سوشل میڈیا پر ہونے والی ٹرولنگ کے بارے میں بتایا۔ ان کا کہنا تھا کہ ’جب ہم اپنی کوئی ویڈیو سوشل میڈیا پر لگاتے ہیں تو کافی منفی کمنٹس آتے ہیں جن سے ہمارا حوصلہ پست ہوتا ہے۔‘ فرح کا کہنا تھا کہ ’ہمیں کہا جاتا ہے کہ خواتین کہتی ہیں کہ یہ ویمن امپاورمنٹ ہے۔ یہ کیسی ویمن امپاورمنٹ ہے؟ ایسے سوال پوچھنے والے مردوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں جس طرح عورت کو دبا کر رکھا جاتا ہے، اگر ہم ان کو اتنی اجازت ہی دے دیں اور سکون سے انھیں سڑکوں پر بائیک چلانے دیں تو ہمارے لیے اس سے بڑی امپاورمنٹ کوئی نہیں ہے۔‘ انھوں نے مزید کہا کہ ’آپ یہ دیکھیں کہ ہمیں کہیں جانے کے لیے کسی کی منت نہیں کرنا پڑتی۔ اور مرد یہ بات کیوں نہیں سمجھتے ہیں کہ یہ سڑکیں جتنی ان کی ہیں اتنی ہی عورتوں کی بھی ہیں۔‘

کوہاٹ میں اولڈ پولیس لائنز کی مسجد پر حملے میں 15 اہلکاروں سمیت 21 ہلاک

’6 دہشت گرد مارے جا چکے، آپریشن تا حال جاری‘

......میگزین رپورٹ

پاکستان میں صوبہ خیبر پختونخوا کے شہر کوہاٹ میں پرانی پولیس لائنز میں ہونے والے دھماکے میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 21 ہوگئی ہے جن میں 15 پولیس اہلکار اور چھ عام شہری شامل ہیں۔ انسپکٹر جنرل آف پولیس خیبر پختونخوا ذوالفقار حمید کا کہنا ہے کہ ابتدائی اطلاعات کے مطابق پرانی پولیس لائنز کے ساتھ بارود سے بھری گاڑی ٹکرائی گئی ہے جبکہ دھماکے کے بعد مسلح شدت پسندوں کے ساتھ فائرنگ کا تبادلہ بھی جاری ہے۔ ترجمان ریسکیو 1122 بلال احمد فیضی کے مطابق دھماکہ دوپہر ایک بج کر 15 منٹ کے قریب ہوا۔

ڈپٹی کمشنر کوہاٹ محمد نواز وزیر نے گفتگو میں 21 ہلاکتوں کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ ہلاک ہونے والوں میں ایس پی ٹریفک پولیس اکبر شنواری بھی شامل ہیں۔ ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز سینٹرل پولیس آفس عبدالسلام خالد نے بتایا کہ شدت پسندوں کا ہدف پولیس لائنز اور وہاں واقع مسجد تھی، اور جب واقعہ پیش آیا تو نمازِ جمعہ جاری تھی۔

آئی جی خیبر پختونخوا کے مطابق ابتدائی اطلاعات کے مطابق دھماکے کے بعد ایک خودکش حملہ آور نے سپیشل برانچ کے قریب خود کو دھماکے سے اُڑایا۔ ترجمان خیبر پختونخوا پولیس کے مطابق پولیس لائنز مسجد میں دھماکے کے بعد سات مسلح دہشت گردوں نے پولیس لائنز میں دراندازی کی جس کے بعد پولیس اور سی ٹی ڈی نے حملہ آوروں کا بھرپور مقابلہ کیا۔ اُن کے بقول اب تک کی اطلاعات کے مطابق خودکش بمبار اور سنائپر سمیت چھ دہشت گرد ہلاک ہو چکے ہیں اور کلیئرنس آپریشن آخری مراحل میں داخل ہوگیا ہے۔

’یہ گنجان آباد اور مصروف علاقہ ہے‘

کوہاٹ میں دہشت گردی کا نشانہ بننے والی مسجد اولڈ پولیس لائنز انتہائی اہم سمجھی جانے والی مصروف ترین اور کوہاٹ کی تاریخی شاہراہ ہنگو روڈ پر واقع ہے۔ ترجمان کوہاٹ پولیس کے مطابق پرانا پولیس لائنز کا علاقہ گنجان آباد اور مصروف ہے اور یہاں پرانی پولیس لائنز میں سی ٹی ڈی کے دفتر کے علاوہ دیگر اہم دفاتر بھی موجود ہیں۔ ترجمان کا کہنا ہے کہ دھماکے سے مسجد کی بیرونی دیوار اور کچھ عمارتوں کو نقصان پہنچا ہے اور اب بھی دہشت گردوں کے ساتھ مقابلہ جاری ہے جبکہ پشاور-کوہاٹ روڈ کو عام ٹریفک کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ ہنگو روڈ کوہاٹ کو ضلع ہنگو، اورکزئی اور کرم سے ملاتی ہے اور اسے کوہاٹ کی سکیورٹی کے لیے اہم تصور کیا جاتا ہے۔ اولڈ پولیس لائنز کا علاقہ کوہاٹ کے لیے انتہائی اہم ہے کیونکہ یہیں سے شہر کے تجارتی مراکز، سول انتظامی دفاتر اور ملٹری کینٹ کے راستے نکلتے ہیں۔ یہ علاقہ کوہاٹ کے پرانے شہری علاقے اور ملٹری کینٹونمنٹ زون کے بالکل سنگم پر واقع ہے۔ اولڈ پولیس لائنز کے عقب میں کوہاٹ کینٹ کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کوہاٹ اولڈ پولیس لائنز سے چند منٹ کی مسافت پر واقع ہے۔ اسی ایک زون اور ہنگو روڈ کے حصے میں نہ صرف اولڈ پولیس لائنز ہے بلکہ کینٹ پولیس سٹیشن، سٹی پولیس سٹیشن، کاؤنٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ کا دفتر بھی واقع ہے۔

دھماکے کے بعد اولڈ پولیس لائنز پہنچنے والے الخدمت فاؤنڈیشن کے رضا کار نوید نے بتایا کہ جب وہ وہاں پہنچے تو زخمیوں کی بڑی تعداد مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ نوید کا مزید کہنا تھا کہ دھماکے کے وقت وہ ایک کلومیٹر دور ایک اور مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور دھماکے کی آواز سن کر فوراً وہ اولڈ پولیس لائنز پہنچے۔ اُن کا کہنا تھا کہ وہاں ریسکیو 1122 کے اہلکار ریسکیو آپریشن میں مصروف تھے اور ہمیں ہر طرف سے ایمبولینسز کی آوازیں آرہی تھیں۔ ’ہر طرف زخمی افراد تھے۔ کچھ مدد کے لیے پکار رہے تھے اور کچھ پانی مانگ رہے ہیں۔ ہم نے ریسکیو 1122 والوں کے ساتھ مل کر امدادی کام شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد مزید ایمبولینسز اور سکیورٹی اہلکاروں کی بڑی تعداد موقع پر پہنچ گئی۔‘

نوید کا کہنا تھا کہ سکیورٹی اہلکاروں نے سویلینز کو وہاں سے ہٹ جانے کا کہا جس کے فوری بعد شدید فائرنگ شروع ہو گئی۔ نوید کا کہنا تھا کہ دھماکہ اتنا شدید تھا کہ ہم جس مسجد میں موجود تھے وہاں پر در و دیوار ہل کر رہ گے تھے۔ قریبی رہائشی مصطفیٰ خان کا کہنا ہے کہ ’ہمیں ابھی تک فائرنگ کی آوازیں آرہی ہیں اور ہم لوگ اپنے گھروں میں محصور ہو چکے ہیں۔‘ مصطفیٰ خان کا کہنا تھا کہ ’جس مسجد میں دھماکہ ہوا ہے میں اس سے آدھا کلومیٹر دور مسجد میں اپنے بچوں کے ساتھ نماز کے لیے موجود تھا۔ جب دھماکہ ہوا تو ہم لوگ مسجد سے باہر نکل آئے۔ میرے ساتھ چھوٹے بچوں تھے جنھیں لے کر میں گھر آ گیا۔‘ ان کا کہنا تھا کہ گھر پہنچا تو اس وقت بھی فائرنگ کی آوازیں آرہی تھیں اور ابھی بھی آرہی ہیں جبکہ پولیس اور سکیورٹی فورسز نے پورے علاقے کی ناکہ بندی کر رکھی ہے وہ کسی کو بھی باہر نہیں نکلنے دے رہے ہیں۔

صدر، وزیرِ اعظم اور دیگر حکام کی مذمت

صدرِ پاکستان آصف علی زرداری نے بھی کوہاٹ دھماکے کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ’خارجی حمایت سے سرگرم خارجی فتنہ اور دہشت گردوں کا مکمل خاتمہ قومی سلامتی کے لیے ناگزیر ہے۔‘ وزیرِ اعظم شہباز شریف نے کوہاٹ دھماکے کی مذمت کرتے ہوئے ہلاکتوں پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے۔ وزیرِ اعظم آفس سے جاری کیے گئے بیان کے مطابق شہباز شریف نے زخمیوں کو فوری اور بہترین طبی امداد فراہم کرنے کی ہدایت کی ہے۔ وزیرِ اعظم نے متعلقہ حکام سے دھماکے کی نوعیت اور وجوہات کے بارے میں رپورٹ طلب کر لی ہے۔ وزیرِ اعظم نے امدادی کارروائیاں تیز کرنے اور متاثرہ افراد کا ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کی ہدایت کی ہے۔ وفاقی وزیرِ داخلہ محسن نقوی نے بھی کوہاٹ پرانی پولیس لائنز دھماکے کی مذمت کرتے ہوئے انسانی جانوں کے ضیاع پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔

وزیرِ اعلیٰ خیبر پختونخوا سہیل آفریدی، گورنر فیصل کریم کنڈی نے بھی حملے کی مذمت کرتے ہوئے حکام سے رپورٹ طلب کر لی ہے۔ ترجمان خیبر پختونخوا پولیس کے مطابق سی ٹی ڈی کے ماہرین نے آئی جی پولیس اور ایڈیشنل آئی کو صورتحال پر بریفنگ دی ہے۔ آئی جی خیبر پختونخوا کا کہنا ہے کہ دہشت گردوں اور ان کے سہولت کاروں کا سراغ لگا رہے ہیں اور ان کا مکمل خاتمہ یقینی بنائیں گے۔

(بقیہ: مشرق وسطیٰ کشیدگی اور سعودی تیل کا بحران)

ٹماٹر، آلو، پیاز اور سبز سبزیاں جو چند ماہ پہلے نسبتاً سستی تھیں اب دوگنی تین گنی قیمتوں پر فروخت ہو رہی ہیں۔ اس مہنگائی نے نہ صرف گھریلو بجٹ کو متاثر کیا ہے بلکہ غریب اور متوسط طبقے کے خاندانوں کے لیے غذائی تحفظ کا مسئلہ بھی پیدا کر دیا ہے۔ بہت سے خاندان اب روزانہ کی خوراک میں کمی کر رہے ہیں یا کم معیار کی اشیاء خریدنے پر مجبور ہیں۔ اس کے علاوہ کنسٹرکشن کا کام تقریباً پچاس فیصد بند ہو چکا ہے کیونکہ سیمنٹ، لوہا اور دیگر تعمیراتی مواد کی نقل و حمل مہنگی ہوگئی ہے اور بجلی گیس کی قلت نے پیداواری لاگت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں ہزاروں مزدور اور روزانہ اجرت پر کام کرنے والے ورکرز بے روزگار ہو چکے ہیں۔ کراچی، لاہور، اسلام آباد اور دیگر بڑے شہروں میں تعمیراتی سائٹس پر کام رک جانے سے نہ صرف مزدوروں کی روزی روٹی متاثر ہوئی ہے بلکہ متعلقہ چھوٹے کاروبار جیسے لوہے کی دکانوں، بجری سپلائرز اور ٹرانسپورٹرز بھی بحران کا شکار ہیں۔

بڑی انڈسٹریز میں بھی پٹرول اور گیس کی قلت اور مہنگائی کے باعث سنگین بحران پیدا ہو چکا ہے۔ ٹیکسٹائل، سیمنٹ، کھاد اور کیمیکل انڈسٹریز جو پہلے ہی توانائی کے بحران سے نبرد آزما تھیں اب مزید دباؤ کا شکار ہیں۔ بہت سی فیکٹریاں پیداوار کم کرنے یا عارضی طور پر بند کرنے پر مجبور ہوگئی ہیں جس سے نہ صرف برآمدات متاثر ہو رہی ہیں بلکہ ملازمتوں کا نقصان بھی ہو رہا ہے۔ گیس کی قلت نے خاص طور پر کھاد کی پیداوار کو متاثر کیا ہے جو زراعت کے لیے انتہائی اہم ہے۔ اگر کھاد مہنگی یا دستیاب نہ ہو تو اگلے سیزن کی فصلوں پر برا اثر پڑے گا جو خوراک کی قلت کو مزید بڑھا سکتا ہے۔ پاکستان میں توانائی کا بحران پہلے سے موجود تھا مگر حالیہ عالمی تیل کی قیمتوں میں اضافے نے اسے ایک نئی شدت دے دی ہے۔ سرکاری سطح پر سبسڈی اور قیمتوں کے تعین کا نظام پہلے ہی دباؤ میں تھا اب مزید اضافے سے سرکاری خزانے پر بوجھ بڑھ سکتا ہے اور کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ بھی بڑھنے کا خدشہ ہے۔

عالمی سطح پر یہ بحران افراطِ زر کے ایک نئے دور کی شروعات کر سکتا ہے۔ توانائی کی قیمتیں جب بڑھتی ہیں تو ان کا اثر صرف پٹرول پمپوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ پوری سپلائی چین میں پھیل جاتا ہے۔ ٹرانسپورٹ کے اخراجات بڑھنے سے ہر قسم کی اشیائے خورد و نوش مہنگی ہو جاتی ہیں۔ کھاد، کیڑے مار ادویات اور زرعی مشینری کی لاگت بڑھنے سے کسانوں کی پیداوار مہنگی ہو جاتی ہے۔ فیکٹریوں میں بجلی اور گیس کے بل بڑھنے سے صنعتی پیداوار مہنگی ہو جاتی ہے جو آخر کار صارف تک پہنچتی ہے۔ یورپ میں گیس کی قیمتوں میں دوگنا اضافہ نہ صرف گھریلو صارفین بلکہ صنعتوں کے لیے بھی مشکل پیدا کر رہا ہے۔ برطانیہ میں پرائس کیپ میں اضافے کی پیش گوئی اس بات کی علامت ہے کہ حکومتیں بھی صارفین کو مکمل تحفظ نہیں دے سکتیں۔ امریکہ میں ڈیزل کی ریکارڈ قیمتیں ٹرکنگ انڈسٹری کو متاثر کر رہی ہیں جو امریکی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی سمجھی جاتی ہے۔ اگر یہ رجحان جاری رہا تو عالمی تجارتی حجم کم ہو سکتا ہے، سپلائی چین میں رکاوٹیں بڑھ سکتی ہیں اور بہت سے ترقی پذیر ممالک میں سیاسی و سماجی بے چینی پیدا ہو سکتی ہے۔

تاریخی طور پر دیکھا جائے تو تیل کے بحران ہمیشہ عالمی معیشت کو شدید متاثر کرتے رہے ہیں۔ انیس سو تہتر کا تیل بحران، انیس سو اناسی کا دوسرا تیل جھٹکا اور حالیہ دو ہزار بائیس کا روس یوکرین جنگ والا بحران اس بات کی مثالیں ہیں کہ توانائی کی قیمتوں میں اچانک اضافہ کتنی تیزی سے افراطِ زر، بے روزگاری اور معاشی سست روی پیدا کر سکتا ہے۔ موجودہ صورتحال میں آبنائے ہرمز اور باب المندب جیسے اہم آبی راستوں کی بندش یا متاثر ہونے کا خدشہ اس بحران کو مزید پیچیدہ بنا رہا ہے۔ یہ راستے نہ صرف تیل بلکہ دیگر تجارتی سامان کی نقل و حمل کے لیے بھی اہم ہیں۔ اگر بحری جہازوں کو لمبے راستے اختیار کرنے پڑیں تو نہ صرف وقت لگے گا بلکہ ایندھن کے اضافی اخراجات بھی بڑھیں گے جو قیمتوں میں مزید اضافے کا باعث بنیں گے۔

پاکستان کے تناظر میں یہ بحران کئی سطحوں پر چیلنج پیش کرتا ہے۔ پہلی سطح پر فوری طور پر صارفین کو مہنگائی کا سامنا ہے جو سیاسی طور پر بھی حساس مسئلہ ہے۔ دوسری سطح پر صنعتی پیداوار اور برآمدات متاثر ہو رہی ہیں جو زرِ مبادلہ کی آمدنی کو کم کر سکتی ہیں۔ تیسری سطح پر زرعی شعبہ متاثر ہو سکتا ہے جو ملک کی اکثریتی آبادی کی روزی روٹی سے جڑا ہے۔ چوتھی سطح پر حکومت کو بجٹ مینجمنٹ میں مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے کیونکہ سبسڈی کا بوجھ بڑھے گا اور ٹیکس آمدنی کم ہو سکتی ہے۔ ان تمام پہلوؤں کو مدِنظر رکھتے ہوئے ماہرین کا مشورہ ہے کہ پاکستان کو طویل مدتی طور پر توانائی کے متبادل ذرائع پر سرمایہ کاری بڑھانی چاہیے، توانائی کی کارکردگی بہتر بنانی چاہیے اور علاقائی تعاون کے ذریعے سپلائی چین کو متنوع بنانا چاہیے۔ تاہم قلیل مدتی طور پر قیمتوں میں استحکام کے لیے عالمی سطح پر تنازع کا حل ضروری ہے۔

اگر تنازع جاری رہا اور تیل کی قیمتیں ایک سو ڈالر سے اوپر رہیں تو عالمی افراطِ زر کے اندازے موجودہ سطح سے کہیں زیادہ ہو سکتے ہیں۔ آئی ایم ایف کے ماڈلز کے مطابق دس فیصد اضافے کے اثرات پہلے ہی سنگین ہیں اب جب اضافہ پچاس فیصد کے قریب ہے تو اثرات کئی گنا بڑھ سکتے ہیں۔ اس کا مطلب نہ صرف اعلیٰ افراطِ زر بلکہ معاشی نمو میں کمی، بے روزگاری میں اضافہ اور بہت سے ممالک میں سماجی بے چینی ہو سکتا ہے۔ پاکستان جیسے ممالک جو پہلے ہی آئی ایم ایف پروگرام کے تحت سخت شرائط پر قرض لے رہے ہیں ان کے لیے یہ صورتحال مزید پیچیدہ ہو جائے گی۔

اس پورے بحران کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ توانائی کی قیمتیں نہ صرف اقتصادی بلکہ سیاسی طور پر بھی اہم ہیں۔ بہت سے ممالک میں حکومتیں توانائی کی قیمتوں پر سبسڈی دے کر یا قیمتیں کنٹرول کر کے سیاسی استحکام برقرار رکھتی ہیں۔ جب عالمی قیمتیں اتنی تیزی سے بڑھیں تو یہ کنٹرول مشکل ہو جاتا ہے اور حکومتوں کو مشکل فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ برطانیہ میں پرائس کیپ میں اضافے کی پیش گوئی اسی دباؤ کی مثال ہے۔ امریکہ میں بھی اگر قیمتیں بلند رہیں تو صارفین کے اخراجات بڑھیں گے جو اقتصادی سرگرمی کو متاثر کر سکتے ہیں۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سعودی تیل کا بحران اور اس سے منسلک آبنائے ہرمز اور باب المندب کی صورتحال واقعی پاکستان سمیت دنیا بھر میں پٹرول، گیس اور خوراک کو مزید مہنگا کر سکتی ہے اور کر رہی ہے۔ اس بحران کا حل صرف اقتصادی اقدامات سے نہیں بلکہ سیاسی اور سفارتی کوششوں سے بھی ممکن ہے۔ اگر علاقائی تنازع کو جلد حل کر لیا جائے اور اہم آبی راستے محفوظ ہو جائیں تو قیمتیں دوبارہ مستحکم ہو سکتی ہیں۔ تاہم جب تک ایسا نہیں ہوتا صارفین، صنعتیں اور حکومتیں اس اضافی بوجھ کو برداشت کرنے پر مجبور رہیں گی۔ پاکستان کے لیے یہ وقت خاص طور پر محتاط پالیسی سازی، متبادل ذرائع کی تلاش اور عوامی تحفظ کے اقدامات کا ہے۔ عالمی معیشت بھی ایک نئے افراطِ زر کے دور کا سامنا کر سکتی ہے جس کے اثرات طویل المدت ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اس بحران کو صرف عارضی سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے تمام ممکنہ نتائج کا گہرائی سے جائزہ لے کر تیار رہنا ضروری ہے۔

یمن کشیدگی: امریکی حکام اور حوثیوں کے درمیان عمان میں خفیہ ملاقات کا دعویٰ

یمن میں جاری کشیدہ صورتِ حال میں حوثی تحریک (انصاراللہ) کی جانب سے اہم ساحلی علاقوں پر قبضے اور سعودی حمایت یافتہ فورسز کو پیچھے دھکیلنے کے چند روز بعد امریکی حکام اور حوثی رہنماؤں کے درمیان عمان میں ایک مبینہ خفیہ ملاقات کا انکشاف سامنے آیا ہے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور نائب صدر جے ڈی وینس نے حال ہی میں امریکا اور حوثیوں کے درمیان روابط کا دعویٰ کیا تھا۔ برطانوی خبر رساں ادارے رائٹرز کے مطابق اس معاملے سے باخبر پانچ ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ یہ غیر اعلانیہ ملاقات گزشتہ ہفتے کے آخر میں عمان کے دارالحکومت مسقط میں واقع امریکی سفارت خانے میں ہوئی۔

رپورٹ کے مطابق دو ذرائع نے تصدیق کی ہے کہ یہ ملاقات اتوار کے روز منعقد ہوئی تھی جس میں امریکی وفد کی نمائندگی سفارت خانے کے حکام نے کی تھی جب کہ حوثی وفد میں مسقط میں مقیم سینئر عہدیدار محمد عبدالسلام شامل تھے، جن کا نام امریکی پابندیوں کا شکار افراد کی فہرست میں بھی موجود ہے۔ ایک ذریعے نے وفد میں سینئر حوثی رہنما عبدالملک العجری کی موجودگی کی بھی تصدیق کی ہے۔ دو ذرائع کے مطابق مشرقِ وسطیٰ کے تنازع میں مختلف مواقع پر ثالث کا کردار ادا کرنے والی عمان کی حکومت نے ہی اس اہم ملاقات کے انتظامات میں بھی کردار ادا کیا۔ حوثی وفد نے ملاقات کے دوران امریکی حکام کو واضح کیا کہ ان کا امریکی بحری جہازوں پر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور وہ امریکا کے ساتھ 2025 میں طے پانے والی جنگ بندی پر مکمل طور پر قائم ہیں اور سعودی عرب کی ملکیت جہازوں کے علاوہ امریکی، اسرائیلی یا کسی اور کمرشل جہاز کو نشانہ نہیں بنائیں گے۔ واضح رہے کہ ٹرمپ انتظامیہ نے مارچ 2025 میں حوثیوں کو دہشت گرد تنظیم قرار دیا تھا۔ گزشتہ سال مئی میں حوثیوں کی جانب سے بحیرہ احمر میں تجارتی جہازوں پر حملے روکنے کے لیے امریکا اور انصاراللہ کے درمیان جنگ بندی ہوئی تھی۔

ہفتے کے روز امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے دعویٰ کیا تھا کہ حوثیوں نے ان کی انتظامیہ سے رابطہ کر کے درخواست کی ہے کہ امریکا یمن کی جنگ سے دور رہے۔ نائب صدر جے ڈی وینس نے بھی پیر کے روز ایک بیان میں کہا تھا کہ امریکا کا اس گروپ کے ساتھ براہ راست رابطہ ہے، تاہم انہوں نے مزید تفصیلات نہیں بتائی تھیں۔

رائٹرز کے مطابق جب امریکی محکمہ خارجہ سے عمان میں حوثیوں کے ساتھ ملاقات کے بارے میں پوچھا گیا تو ترجمان نے اس ملاقات کی تصدیق نہیں کی۔ تاہم ترجمان نے کہا کہ بحیرہ احمر میں بحری آمد و رفت کی آزادی کا تحفظ اور مشرق وسطیٰ سے دہشت گردی کے پھیلاؤ کو روکنا امریکا کے بنیادی مفادات میں شامل ہے۔ واضح رہے کہ یمن میں جاری کشیدگی میں گزشتہ ہفتے اس وقت اچانک تیزی آئی تھی جب حوثیوں نے یمن کے بحیرہ احمر کے ساحلی علاقوں، بشمول ’المخا‘ اور باب المندب کے دہانے پر واقع اہم ترین ’پیرم آئی لینڈ‘ پر موثر کنٹرول حاصل کر لیا تھا۔ یمن کے دارالحکومت صنعا پر بھی 2014 سے حوثیوں کا کنٹرول ہے۔ حالیہ لڑائی شروع ہونے کے بعد حوثیوں نے بحیرہ احمر میں سعودی عرب کے جہازوں کے گزرنے پر پابندی کا اعلان کر رکھا ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان نے گزشتہ ہفتے حوثیوں کی تیزی سے جاری پیش قدمی کے بعد امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ سے رابطہ کر کے حمایت طلب کی تھی۔ تاہم واشنگٹن نے ریاض کو آگاہ کیا کہ امریکا اس تنازعے میں براہ راست مداخلت نہیں کرے گا۔

(بقیہ: بلاول بھٹو زرداری)

بلاول نے اقوام متحدہ سمیت عالمی فورمز پر پاکستان کا یہ مقدمہ مؤثر انداز میں پیش کیا۔ ستمبر2022 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر نقصان اور تباہی (Damage and Loss) کے موضوع پر اعلیٰ سطحی اجلاس بھی اسی سفارتی مہم کا حصہ تھا۔

5۔ Fund Damage and Loss کے قیام میں پاکستان کا اہم کردار

نومبر2022 میں مصر کے شہر شرم الشیخ میں ہونے والی COP27 کانفرنس میں ترقی پذیر ممالک کے لیے Fund Damage and Loss کے قیام کا تاریخی فیصلہ ہوا۔ اس وقت پاکستان G77 اور چین کے گروپ کی سربراہی کر رہا تھا، اور پاکستان نے ترقی پذیر ممالک کی جانب سے اس معاملے کو عالمی موسمیاتی مذاکرات کے مرکز میں لانے میں اہم کردار ادا کیا۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس فنڈ کا قیام بلاول بھٹو زرداری کی ذاتی کامیابی تھا۔ یہ پاکستان، G77، اتحادی ترقی پذیر ممالک اور COP27 کے مذاکرات کی مشترکہ سفارتی کامیابی تھی۔ تاہم بلاول اس مہم کے نمایاں پاکستانی سفارتی ترجمانوں میں شامل تھے۔

6۔ G77 اور چین کی سربراہی کو مؤثر سفارت کاری کے لیے استعمال کرنا

2022ء میں پاکستان کو G77 اور چین کی سربراہی حاصل تھی۔ بلاول بھٹو زرداری نے اس پلیٹ فارم کو ترقی پذیر دنیا کے اجتماعی مفادات اجاگر کرنے کے لیے استعمال کیا۔

موسمیاتی تبدیلی، ترقی، غربت، قرضوں کے بوجھ، خوراک کے تحفظ اور ترقی پذیر ممالک کے لیے مالی وسائل کی فراہمی جیسے موضوعات کو عالمی سفارت کاری میں نمایاں کیا گیا۔ اس طرح پاکستان نے محض اپنے قومی مسائل کے بجائے وسیع تر ترقی پذیر دنیا کی آواز بننے کی کوشش کی۔

7۔ ترقی پذیر دنیا کا مقدمہ عالمی سطح پر اجاگر کرنا

G77 کی قیادت کے دوران پاکستان نے ترقی پذیر ممالک کو درپیش مسائل، بالخصوص موسمیاتی تبدیلی، پائیدار ترقی، قرضوں کے بوجھ، غذائی تحفظ اور ترقیاتی مالیات کو عالمی توجہ کا مرکز بنانے کی کوشش کی۔

بلاول نے عالمی مالیاتی نظام میں اصلاحات اور ترقی پذیر ممالک کے لیے زیادہ منصفانہ اور مساوی مالیاتی نظام کی ضرورت پر بھی زور دیا۔

8۔ سیلاب متاثرین کے لیے عالمی مالی تعاون کی سفارتی مہم

2022 کے سیلاب کے بعد بلاول بھٹو زرداری نے اقوام متحدہ، امریکا، یورپ، خلیجی ممالک اور دیگر عالمی شراکت داروں کے سامنے پاکستان کے سیلاب کا مقدمہ مسلسل پیش کیا۔

جنوری2023 میں جنیوا میں پاکستان کی تعمیرِ نو اور بحالی کے لیے منعقد ہونے والی کانفرنس میں تقریباً 9.7 ارب ڈالر کے وعدے سامنے آئے۔ جبکہ دستیاب اعداد کے مطابق تقریباً 221 ملین ڈالر ہی موصول ہوئے تھے۔ یہ بلاول بھٹو زرداری کا عالمی سفارتی مہم میں ایک اہم کردار ادا کیا۔

9۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کی موسمیاتی سفارت کاری کو مضبوط بنانا

اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گوتریس نے پاکستان کے سیلاب کو موسمیاتی تباہی قرار دیتے ہوئے عالمی برادری سے مدد کی اپیل کی۔

پاکستانی سفارت کاری نے اس موقع کو مؤثر انداز میں استعمال کرتے ہوئے یہ نکتہ اجاگر کیا کہ موسمیاتی تبدیلی اب محض ماحولیاتی مسئلہ نہیں بلکہ ترقی، معیشت، غربت، خوراک اور انسانی بقا کا مسئلہ بن چکی ہے۔

بلاول بھٹو زرداری نے عالمی فورمز پر پاکستان کے اسی مؤقف کو نمایاں کیا اور پاکستان کو موسمیاتی تبدیلی سے متاثرہ ممالک کے صفِ اول کے نمائندے کے طور پر پیش کیا۔

10۔ بھارت کا دورہ اور براہِ راست سفارتی رابطہ

وزیر خارجہ بلاول بھٹو زرداری کے سر کی قیمت دو کروڑ بھارتی روپے مقرر کرنے کی دھمکی دی گئی، مگر شہید ذوالفقار علی بھٹو اور شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے سیاسی وارث بلاول بھٹو زرداری خوف زدہ ہو کر پیچھے نہیں ہٹے۔ وہ مئی2023ء میں شنگھائی تعاون تنظیم کے اجلاس میں شرکت کے لیے بھارت کے شہر گوا پہنچے، بھارتی میڈیا کا سامنا کیا اور کشمیر پر پاکستان کے اصولی مؤقف کا بے خوفی سے اعادہ کیا۔

بلاول بھٹو نے واضح کیا کہ 5 اگست 2019ء کے بھارتی اقدام کی واپسی کے بغیر بھارت کے ساتھ بامعنی دوطرفہ مذاکرات کی راہ ہموار نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کشمیر کو محض پاکستان اور بھارت کا دوطرفہ مسئلہ قرار دینے کے بجائے کشمیری عوام کے حقِ خودارادیت کا معاملہ قرار دیا اور عالمی سطح پر پاکستان کا مقدمہ پیش کیا۔ یہی وہ سیاسی جرات تھی جس کے باعث بلاول بھٹو نے دھمکیوں کے باوجود بھارت جا کر دنیا کے سامنے پاکستان اور کشمیر کا مؤقف پیش کیا۔

اس دورے کو تعلقات میں "بریک تھرو" کہنا مبالغہ نہ ہوگا، لیکن اسے سفارتی رابطے کے تسلسل کی ایک اہم کوشش ضرور قرار دیا جا سکتا ہے۔

11۔ شنگھائی تعاون تنظیم میں پاکستان کی فعال نمائندگی

گوا اجلاس میں بلاول نے پاکستان کا مؤقف بھرپور انداز میں پیش کیا اور شنگھائی تعاون تنظیم کو علاقائی امن، سلامتی، تجارت، رابطہ کاری اور اقتصادی تعاون کے لیے اہم پلیٹ فارم قرار دیا۔

اس طرح پاکستان نے چین، روس اور وسطی ایشیا سمیت خطے کے اہم ممالک کے ساتھ کثیر الجہتی سفارتی روابط کو برقرار رکھنے کی کوشش جاری رکھی۔

12۔ افغانستان کے بارے میں رابطے اور مصروفیت کی پالیسی

دہشت گردی کے معاملے پر بھی بلاول بھٹو زرداری نے بطور وزیر خارجہ کوئی مبہم یا مصلحت پسندانہ مؤقف اختیار نہیں کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ پاکستان خود دہشت گردی کا سب سے بڑا متاثرہ ملک ہے اور افغان سرزمین سے پاکستان کے خلاف ہونے والی دہشت گردی کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے افغان طالبان حکومت کو دوٹوک پیغام دیا کہ افغانستان اپنی سرزمین کو تحریک طالبان پاکستان (TTP) سمیت کسی بھی دہشت گرد تنظیم کے لیے پاکستان کے خلاف استعمال نہ ہونے دے اور دہشت گرد گروہوں کے خلاف مؤثر کارروائی کرے۔ تاہم بلاول نے افغانستان کو تنہا کرنے کے بجائے سیاسی رابطے، اقتصادی استحکام اور انسانی امداد کی حمایت کی، کیونکہ ان کے نزدیک ایک مستحکم افغانستان ہی خطے کے پائیدار امن اور دہشت گردی کے خاتمے میں مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔

13۔ پاک امریکا تعلقات میں تجارت، سرمایہ کاری اور موسمیاتی تعاون پر زور

واشنگٹن میں امریکی وزیرِ خارجہ انٹونی بلنکن کے ساتھ ملاقات کے دوران گفتگو کو صرف سلامتی کے مسائل تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ تجارت، سرمایہ کاری، توانائی، موسمیاتی تبدیلی، صحت اور کاروباری تعاون بھی ایجنڈے کا حصہ رہے۔ اسی سفارتی رابطے کے دوران امریکا نے پاکستان کے سیلاب زدگان کے لیے مزید مالی امداد کا اعلان بھی کیا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ پاکستان پاک امریکا تعلقات کو ایک وسیع اور متنوع بنیاد پر استوار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

14۔ آسیان اور جنوب مشرقی ایشیا کی طرف سفارتی توجہ

بلاول نے اگست2022 میں ASEAN Regional Forum کے وزارتی اجلاس میں شرکت کی۔ ان کے دور میں جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کے ساتھ روابط اور آسیان کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کو مزید فعال بنانے کی کوشش کی۔ یہ پالیسی پاکستان کی اس وسیع تر کوشش کا حصہ تھی جس کا مقصد خارجہ تعلقات کو چند روایتی اتحادیوں تک محدود رکھنے کے بجائے نئے علاقائی اور معاشی مراکز تک وسعت دینا تھا۔ تاکہ پاکستان ایک مصروف ترین کاروباری ملک بن سکے۔

15۔ اقتصادی سفارت کاری کو خارجہ پالیسی کا اہم ستون بنانا

بلاول بھٹو زرداری کی خارجہ پالیسی میں اقتصادی سفارت کاری (Economic Diplomacy) کو خاص اہمیت حاصل رہی۔ ان کی کوشش تھی کہ سفارت کاری کا مقصد صرف سیاسی حمایت حاصل کرنا نہ ہو بلکہ تجارت، سرمایہ کاری، ٹیکنالوجی، توانائی اور نئی منڈیوں تک رسائی کے مواقع بھی پیدا کیے جائیں۔ چین کے ساتھ سی پیک، امریکا کے ساتھ تجارت و سرمایہ کاری اور دیگر ممالک کے ساتھ کاروباری روابط اسی وسیع تر اقتصادی سفارت کاری کا حصہ تھے۔

16۔ پاکستان کے عالمی تشخص کو سکیورٹی کے محدود دائرے سے باہر لانے کی کوشش

بلاول نے عالمی فورمز پر پاکستان کو صرف دہشت گردی، سلامتی اور علاقائی تنازعات کے تناظر میں پیش کرنے کے بجائے ایک ترقی پذیر، جمہوری اور موسمیاتی تبدیلی سے متاثرہ ملک کے طور پر متعارف کرانے کی کوشش کی۔ ان کی عالمی تقاریر میں موسمیاتی تبدیلی، ترقی، جمہوریت، انسانی حقوق، اسلاموفوبیا اور عالمی عدم مساوات جیسے موضوعات نمایاں رہے۔

17۔ اسلاموفوبیا اور مسلم دنیا کے مسائل کو عالمی فورمز پر اجاگر کرنا

اقوام متحدہ اور دیگر عالمی فورمز پر بلاول بھٹو زرداری نے اسلاموفوبیا کے بڑھتے ہوئے رجحان، مسلمانوں کے خلاف تعصب اور دہشت گردی کے معاملے میں مسلمانوں کو یک طرفہ طور پر موردِ الزام ٹھہرانے کے رجحان پر تنقید کی۔ انہوں نے اس حقیقت کو بھی اجاگر کیا کہ دہشت گردی کا سب سے بڑا انسانی نقصان خود مسلم دنیا نے برداشت کیا ہے۔ یہ ان کی عوامی سفارت کاری کا ایک روشن نمایاں پہلو تھا۔

18۔ روایتی اتحادیوں کے ساتھ تعلقات اور متوازن سفارت کاری

بلاول کے دور میں چین کے ساتھ تزویراتی شراکت داری، ترکی، سعودی عرب، خلیجی ممالک اور دیگر دوست ممالک کے ساتھ تعلقات برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ امریکا اور مغربی دنیا کے ساتھ بھی عملی رابطہ جاری رکھا گیا۔ اس طرح پاکستان کی خارجہ پالیسی کو کسی ایک عالمی کیمپ تک محدود کرنے کے بجائے متعدد سمتوں میں متوازن اور کثیر الجہتی سفارت کاری کی طرف لے جانے کی کوشش کی گئی۔

19۔ کم عمری میں عالمی سطح پر پاکستان کی نمائندگی

27 اپریل 2022 کو صرف 33 سال کی عمر میں وزیرِ خارجہ بننے کے بعد بلاول بھٹو زرداری نے عالمی سطح پر پاکستان کی نمائندگی کی۔ تقریباً سولہ ماہ کے دورِ وزارت میں انہوں نے متعدد عالمی دارالحکومتوں میں اعلیٰ سطحی سفارتی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ یہ امر بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ انہوں نے نسبتاً کم عمر میں پاکستان کے خارجہ امور کی ذمہ داری سنبھالی اور مختصر مدت میں عالمی سفارتی حلقوں میں اپنی موجودگی نمایاں کی۔

20۔ امن، اقتصادی سفارت کاری اور کثیر الجہتی تعاون کو ترجیح

مجموعی طور پر بلاول بھٹو زرداری کے دورِ وزارتِ خارجہ کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی کو روایتی طور پر بھارت، کشمیر اور سلامتی کے محدود دائرے سے نکال کر موسمیاتی انصاف، اقتصادی سفارت کاری، تجارت، سرمایہ کاری، ترقی، عالمی جنوب اور کثیر الجہتی تعاون کے وسیع تر تناظر میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان کے دور کا بنیادی سفارتی پیغام یہ تھا کہ پاکستان دنیا سے صرف سیاسی حمایت کا طالب نہیں بلکہ امن، تجارت، سرمایہ کاری، ترقی اور عالمی تعاون میں ایک فعال شراکت دار بننا چاہتا ہے۔

بلاول بھٹو زرداری نے اس سفارت کاری میں پاکستان کے نوجوان وزیرِ خارجہ اور عالمی سطح پر ملک کے نمایاں ترجمان کی حیثیت سے اپنا بہترین کردار ادا کیا۔ ان کے پورے دورِ وزارت کی سفارتی فہرست میں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، امریکہ، چین، ترکیہ، ایران، سوئٹزرلینڈ، کمبوڈیا، سنگاپور، جرمنی، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، برطانیہ، ازبکستان، مصر، روس، لیتھوانیا، ہنگری، نائجر، بھارت، اردن، عراق، جاپان وغیرہ شامل ہیں۔

ویسے تو بلاول بھٹو زرداری سے پہلے بھی پاکستان کو دنیا کے سامنے پیش کرنے والے کئی محبِ وطن وزرائے خارجہ گزرے ہیں، مگر بلاول بھٹو زرداری نے وزارتِ خارجہ کو ایک نئی توانائی، ایک نئے جذبے اور ایک متحرک سفارتی انداز سے روشناس کرایا۔ انہوں نے پاکستان کو دنیا سے جوڑنے، پاکستان کا مؤقف عالمی سطح پر مؤثر انداز میں پیش کرنے اور دوست ممالک کے ساتھ تعلقات کو مزید مضبوط بنانے کے لیے تیس سے زائد غیر ملکی دورے کیے۔

یہ دورے محض سرکاری پروٹوکول یا سفارتی سرگرمیاں نہیں تھے، بلکہ پاکستان کا مقدمہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ایک مسلسل جدوجہد تھے۔

اور اس حوالے سے ایک قابلِ ذکر ہے کہ ان کے بیرونِ ملک دوروں کے اخراجات، جن میں ٹکٹ اور ہوٹل وغیرہ شامل تھے، انہوں نے اپنی ذاتی جیب سے برداشت کیے۔ یہی وہ جذبہ ہے جو ایک سیاسی رہنما کو محض عہدہ رکھنے والے شخص سے ممتاز کرتا ہے۔

یہ پاکستان کی تاریخ کا پہلا اور اپنے ملک سے بے پناہ محبت کی اعلیٰ مثال ہے کہ چیرمین بلاول بھٹو زرداری نے 22 دسمبر2022ء کو اسلام آباد میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے غیر ملکی دوروں پر ہونے والی تنقید کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے سرکاری غیر ملکی دوروں کے ہوائی ٹکٹ اور ہوٹل کے اخراجات اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں اور قومی خزانے پر ان دوروں کا بوجھ نہیں ڈالتے۔ یہ بیان اس وقت سامنے آیا جب ان کے متعدد غیر ملکی دوروں کو اپوزیشن کی جانب سے تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔

بعدازاں 16 جنوری2023ء کو سینیٹ میں وفاقی وزیرِ موسمیاتی تبدیلی شیری رحمان نے بھی یہی مؤقف پیش کیا اور کہا کہ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہے کہ کوئی وزیرِ خارجہ اپنے بیرونِ ملک دوروں کے اخراجات اپنی جیب سے ادا کر رہا ہے۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ قومی اسمبلی کے ریکارڈ میں 2022ء کے وفاقی وزراء کے غیر ملکی دوروں کے اخراجات کے جو اعداد پیش کیے گئے، ان میں بلاول کے دورے شامل نہیں تھے؛ ڈان (Dawn) اخبار نے بھی یہی رپورٹ پیش کی کہ بلاول بھٹو اپنے دوروں کے اخراجات خود ادا کر رہے تھے۔

بلاول بھٹو زرداری، بھٹو اور زرداری خاندانوں کی عظیم سیاسی روایت کے امین ہیں۔ ان کی سیاسی تربیت پاکستان کی جمہوری جدوجہد، عوامی سیاست، قومی خدمت، آئینی و جمہوری اصولوں کی پاسداری اور عوام کے بنیادی حقوق کی جدوجہد کے اس تسلسل میں ہوئی ہے جسے شہید ذوالفقار علی بھٹو نے ایک نظریاتی سمت عطا کی، محترمہ بے نظیر بھٹو شہید نے اپنی بے مثال جمہوری جدوجہد اور عظیم قربانیوں سے آگے بڑھایا، بیگم نصرت بھٹو نے عزم و استقامت کی لازوال مثال قائم کر کے زندہ رکھا، جبکہ آصف علی زرداری نے اپنی سیاسی فہم و فراست، تدبر اور مفاہمتی سیاست سے اسے ایک نئی جہت عطا کی۔ انہی عظیم روایات اور سیاسی تجربات سے تربیت پانے والے، بلند حوصلہ اور پُرعزم نوجوان رہنما بلاول بھٹو زرداری آج نئی نسل کی امیدوں اور امنگوں کے نمائندہ اور ان تمام سیاسی و جمہوری خوبیوں کے مشترکہ وارث کی حیثیت سے پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ہیں۔

ان کی 38 ویں سالگرہ کے پُرمسرت موقع پر ہم تہہ دل سے انہیں صحت، تندرستی، خوش حالی، عزت اور عمرِ خضر کی دعا پیش کرتے ہیں۔ ہمیں یقینِ کامل ہے کہ بلاول بھٹو زرداری اپنی عظیم سیاسی وراثت کے امین کی حیثیت سے پاکستان کی جمہوری جدوجہد کو مزید مضبوط بنانے، ملک و قوم کی ترقی و خوش حالی اور بالخصوص پسے ہوئے، محروم اور کمزور طبقات کے بہتر مستقبل کے لیے ایک گراں قدر اور تاریخی کردار ادا کریں گے۔

ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ پاکستان کے نوجوان اپنے قائد کی سیاسی بصیرت، جمہوری عزم اور عوام دوستی پر نہ صرف فخر کریں گے بلکہ مستقبل کی تعمیر میں ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں گے۔

جہانگیر خان؛ 5 سال تک ناقابلِ شکست رہنے والا عظیم اسکواش لیجنڈ

جہانگیر خان نے اسکواش کورٹ میں صرف میچ نہیں جیتے، انہوں نے ایک ایسی تاریخ رقم کی جس پر پاکستان آج بھی فخر کرتا ہے

555 مسلسل فتوحات، چھ ورلڈ اوپن ٹائٹلز اور برٹش اوپن کی مسلسل دس کامیابیاں، پاکستان کے عظیم اسکواش کھلاڑی نے کھیل کی تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑ دیے

......قاسم علی......

پاکستان نے دنیا کو کئی عظیم کھلاڑی دیے، مگر اسکواش کے میدان میں جہانگیر خان کا نام ایک ایسی داستان کی حیثیت رکھتا ہے جسے کھیلوں کی تاریخ میں غیر معمولی کامیابی، عزم، محنت اور ناقابلِ شکست حوصلے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ جہانگیر خان نے اسکواش کے میدان میں صرف ٹائٹلز ہی نہیں جیتے بلکہ ایسے ریکارڈ قائم کیے جنہیں توڑنا آج بھی ایک انتہائی مشکل چیلنج تصور کیا جاتا ہے۔ جہانگیر خان کو دنیا کے عظیم ترین اسکواش کھلاڑیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کم عمری ہی میں عالمی اسکواش پر اپنی دھاک بٹھانا شروع کردی تھی۔ ان کی رفتار، غیر معمولی فٹنس، ذہنی مضبوطی، برداشت اور حریف کو مسلسل دباؤ میں رکھنے کی صلاحیت نے انہیں اپنے دور کے دوسرے کھلاڑیوں سے ممتاز کیا۔

کم عمری میں عالمی چیمپئن

جہانگیر خان نے نوجوانی میں ہی عالمی سطح پر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ صرف 17 سال کی عمر میں ورلڈ اوپن چیمپئن بن کر انہوں نے کم عمر ترین عالمی چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ یہ کامیابی اس وقت مزید اہمیت اختیار کرگئی جب دنیا کے بہترین اسکواش کھلاڑیوں کے درمیان ایک نوجوان پاکستانی نے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اس کامیابی کے بعد جہانگیر خان کا سفر رکا نہیں بلکہ آنے والے برسوں میں انہوں نے عالمی اسکواش پر ایسی حکمرانی قائم کی جس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔

555 مسلسل فتوحات، ناقابلِ یقین ریکارڈ

جہانگیر خان کے کیریئر کا سب سے حیران کن باب ان کی مسلسل فتوحات کا سلسلہ ہے۔ انہوں نے مسلسل 555 میچز میں کامیابی حاصل کی۔ یہ سلسلہ تقریباً ساڑھے پانچ سال تک جاری رہا اور اس دوران دنیا کا کوئی بھی کھلاڑی انہیں شکست دینے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ 1981 سے 1986 تک جاری رہنے والے اس تاریخی سلسلے نے جہانگیر خان کو اسکواش کی دنیا میں ایک ایسی بلندی پر پہنچادیا جہاں شکست کا تصور بھی ان کے مداحوں اور حریفوں کے لیے ناقابلِ یقین محسوس ہوتا تھا۔ 555 مسلسل میچز میں کامیابی محض ایک اعداد و شمار نہیں بلکہ اس کے پیچھے برسوں کی سخت تربیت، بے مثال جسمانی فٹنس، ذہنی یکسوئی، نظم و ضبط اور مسلسل محنت کی ایک طویل داستان پوشیدہ ہے۔

فٹنس بنی کامیابی کا راز

جہانگیر خان کے کھیل کی سب سے نمایاں خصوصیت ان کی غیر معمولی فٹنس تھی۔ اسکواش چونکہ انتہائی تیز رفتار اور جسمانی طور پر سخت کھیل ہے، اس لیے طویل ریلیز کے دوران کھلاڑی کی رفتار، برداشت اور ذہنی توجہ مسلسل آزمائش میں رہتی ہے۔ جہانگیر خان نے اپنی فٹنس کو اس قدر بلند معیار پر پہنچایا کہ وہ طویل میچز میں بھی اپنی رفتار اور توجہ برقرار رکھنے کے لیے مشہور ہوگئے۔ وہ حریف کو مسلسل کورٹ کے مختلف حصوں میں دوڑاتے، ریلی کو طول دیتے اور مخالف کھلاڑی کی جسمانی و ذہنی طاقت کو بتدریج کم کرتے جاتے تھے۔ ان کے کھیل میں صرف طاقت نہیں بلکہ حکمت عملی، تحمل اور ذہنی مضبوطی بھی نمایاں تھی۔ یہی خصوصیات انہیں اپنے دور کے دوسرے عظیم کھلاڑیوں سے ممتاز کرتی تھیں۔

1986 میں تاریخی سلسلہ اختتام پذیر

جہانگیر خان کے 555 مسلسل فتوحات کے سلسلے کا اختتام 1986 کے ورلڈ اوپن فائنل میں ہوا۔ انگلینڈ کے راس نارمن نے انہیں شکست دے کر ان کا تاریخی ناقابلِ شکست سلسلہ ختم کیا۔ یہ شکست بلاشبہ جہانگیر خان کے لیے ایک غیر معمولی لمحہ تھی، کیونکہ کئی برسوں سے دنیا انہیں ناقابلِ شکست کھلاڑی کے طور پر دیکھ رہی تھی۔ تاہم ایک شکست ان کی عظمت کو کم نہ کرسکی۔ اس کے برعکس ان کا 555 مسلسل فتوحات کا ریکارڈ انہیں کھیلوں کی تاریخ کے منفرد ترین کھلاڑیوں کی صف میں شامل کرگیا۔

ورلڈ اوپن کے چھ ٹائٹل

جہانگیر خان نے اپنے شاندار کیریئر کے دوران ورلڈ اوپن کا ٹائٹل چھ مرتبہ اپنے نام کیا۔ عالمی سطح کے اس بڑے ایونٹ میں بار بار کامیابی حاصل کرنا اس بات کا ثبوت تھا کہ ان کی حکمرانی محض ایک مختصر دور تک محدود نہیں تھی بلکہ انہوں نے طویل عرصے تک عالمی اسکواش کے اعلیٰ ترین معیار کو برقرار رکھا۔ ان کی کامیابیوں نے پاکستان کو اسکواش کی دنیا میں ایک مضبوط مقام دلانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

برٹش اوپن میں مسلسل دس کامیابیاں

جہانگیر خان کا ایک اور شاندار کارنامہ برٹش اوپن میں مسلسل دس مرتبہ کامیابی حاصل کرنا ہے۔ برٹش اوپن اسکواش کی تاریخ کے معتبر ترین مقابلوں میں شمار ہوتا ہے اور اس ٹائٹل کو مسلسل جیتنا کسی بھی کھلاڑی کے لیے غیر معمولی کامیابی ہے۔ جہانگیر خان نے اپنے کھیل، فٹنس اور مستقل مزاجی کے ذریعے اس مقابلے میں ایسی برتری قائم کی جو برسوں تک برقرار رہی۔ ان کی مسلسل کامیابیوں نے پاکستان کے اسکواش کھلاڑیوں کے لیے دنیا بھر میں احترام مزید بڑھایا۔

اسکواش کا عظیم خاندان

جہانگیر خان کی کامیابی کے پیچھے ایک ایسے خاندان کی روایت بھی موجود تھی جس نے پاکستان میں اسکواش کو نئی بلندیوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے والد روشن خان خود عالمی شہرت یافتہ اسکواش کھلاڑی اور برٹش اوپن چیمپئن تھے۔ خان خاندان کے دیگر کھلاڑیوں نے بھی اسکواش کے میدان میں پاکستان کا نام روشن کیا۔ یوں جہانگیر خان کو کھیل کا ماحول گھر ہی سے ملا، لیکن عالمی سطح پر خود کو منوانے کے لیے انہوں نے اپنی محنت اور صلاحیتوں سے ایک الگ مقام بنایا۔ سے ملا، لیکن عالمی سطح پر خود کو منوانے کے لیے انہوں نے اپنی محنت اور صلاحیتوں سے ایک الگ مقام بنایا۔

بھائی کی موت اور زندگی کا مشکل ترین دور

جہانگیر خان کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب ذاتی سانحے نے ان کے کھیل اور زندگی دونوں کو شدید متاثر کیا۔ انکے بڑے بھائی طورسم خان کی 1979 میں اچانک موت نے نوجوان جہانگیر خان کو گہرے صدمے سے دوچار کردیا۔

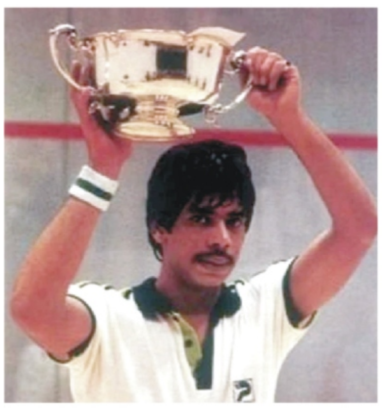

اس سانحے کے بعد وہ کچھ عرصے کے لیے اسکواش سے دور ہوگئے۔ ایسے وقت میں جب ان کا کیریئر آگے بڑھنے کے اہم مرحلے میں تھا، زندگی کے اس بڑے نقصان نے انہیں اندر سے ہلا کر رکھ دیا۔

تاہم خاندان، قریبی لوگوں اور کوچ رحمت خان کی حوصلہ افزائی نے انہیں دوبارہ میدان میں آنے کا حوصلہ دیا۔ جہانگیر خان نے غم کو اپنی کمزوری بنانے کے بجائے اسے اپنی طاقت میں تبدیل کیا اور دوبارہ اسکواش کورٹ کا رخ کیا۔ اس کے بعد جو داستان رقم ہوئی وہ کھیلوں کی تاریخ کے سنہری ابواب میں شامل ہوگئی۔

پاکستان کے سنہری اسکواش دور کا اہم کردار

جہانگیر خان کا عروج پاکستان کے اس دور سے جڑا ہوا ہے جب اسکواش میں پاکستانی کھلاڑی دنیا پر حکمرانی کر رہے تھے۔ روشن خان، ہاشم خان اور بعد ازاں جہانگیر خان اور جان شیر خان جیسے کھلاڑیوں نے پاکستان کو اسکواش کی عالمی طاقت بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ جہانگیر خان نے اپنے شاندار کھیل کے ذریعے پاکستان کے اس سنہری دور کو مزید مضبوط کیا۔ دنیا بھر کے اسکواش کورٹ میں پاکستان کا نام لیا جاتا تھا اور پاکستانی کھلاڑیوں کو عالمی مقابلوں میں انتہائی مضبوط حریف سمجھا جاتا تھا۔

صرف ریکارڈ نہیں، ایک مثال

جہانگیر خان کی داستان صرف 555 مسلسل فتوحات یا ٹائٹلز تک محدود نہیں۔ ان کا کیریئر اس بات کی مثال بھی ہے کہ غیر معمولی کامیابی کے لیے صلاحیت کے ساتھ نظم و ضبط، مسلسل محنت اور ذہنی مضبوطی ضروری ہے۔ وہ طویل تربیت، سخت ورزش اور کھیل کے تقاضوں پر مکمل توجہ کے لیے مشہور رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نام آج بھی نوجوان کھلاڑیوں کے لیے ایک مثال سمجھا جاتا ہے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اسکواش سے تعلق

کھیل سے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی جہانگیر خان نے اسکواش سے اپنا تعلق ختم نہیں کیا۔ انہوں نے مختلف انتظامی ذمہ داریاں سنبھالیں اور عالمی سطح پر اسکواش کے فروغ کے لیے کام کیا۔ وہ مختلف مواقع پر اسکواش کی ترقی، نوجوان کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی اور پاکستان میں اس کھیل کے دوبارہ عروج کے لیے اپنی آواز بلند کرتے رہے ہیں۔

ایک ایسا ریکارڈ جسے تاریخ یاد رکھے گی

کھیلوں کی دنیا میں کئی بڑے کھلاڑی آئے، کئی نے عالمی اعزازات جیتے اور کئی نے حیران کن ریکارڈ قائم کیے، لیکن جہانگیر خان کا 555 مسلسل میچز میں ناقابلِ شکست رہنے کا ریکارڈ انہیں منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ تقریباً ساڑھے پانچ سال تک شکست سے محفوظ رہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے دور میں محض ایک بہترین کھلاڑی نہیں بلکہ غیر معمولی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے مالک چیمپئن تھے۔

آج بھی جب دنیا کے عظیم ترین اسکواش کھلاڑیوں کا ذکر ہوتا ہے تو جہانگیر خان کا نام احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ان کے چھ ورلڈ اوپن ٹائٹلز، برٹش اوپن کی مسلسل دس کامیابیاں اور 555 مسلسل فتوحات پاکستان کے کھیلوں کے سنہری دور کی ایسی یادگار ہیں جنہیں وقت بھی مٹا نہیں سکا۔ جہانگیر خان نے اسکواش کورٹ میں صرف میچ نہیں جیتے، انہوں نے ایک ایسی تاریخ رقم کی جس پر پاکستان آج بھی فخر کرتا ہے۔

☆......☆

کھیل سے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی جہانگیر خان نے اسکواش سے اپنا تعلق ختم نہیں کیا۔ انہوں نے مختلف انتظامی ذمہ داریاں سنبھالیں اور عالمی سطح پر اسکواش کے فروغ کے لیے کام کیا۔ وہ مختلف مواقع پر اسکواش کی ترقی، نوجوان کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی اور پاکستان میں اس کھیل کے دوبارہ عروج کے لیے اپنی آواز بلند کرتے رہے ہیں۔